موت کا کیپسول
اشتیاق احمد

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے

محمود، فاروق، فرزانہ

اور

انسپکٹر جمشید سیریز

ناول نمبر 681

موت کا کیپسول

اشتیاق احمد

نام ناول.............. موت کا کیپسول

ناشر.............. اشتیاق احمد

تزئین.............. محمد سعید نامدار

سرکولیشن.............. محمد یار میجر

کمپوزر.............. اے۔ آر فاروقی

دانیال کمپیوٹرز۔ نواب مارکیٹ جھنگ

قیمت.............. 18روپے

منیج شکر پرنٹرز سے چھپوا کر انداز بک ڈپو لاہور سے شائع کیا۔

12/ نصیر آباد۔ سانندہ کلاں۔ لاہور

انداز بک ڈپو

فون 7112969-7246356

حدیث نبوی ﷺ

ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اس شخص کا علم ہے جو سب سے آخر دوزخ سے نکلے گا اور سب سے آخر جنت میں داخل ہوگا۔ اس شخص کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور کہا جائے گا، اس کے چھوٹے گناہ پیش کرو اور بڑے گناہ اٹھا رکھو۔ اس کے چھوٹے گناہ اس پر پیش کیے جائیں گے، کہا جائے گا۔ فلاں دن تو نے ایسا ایسا کام کیا۔ وہ کہے گا ہاں اور انکار کی طاقت نہیں رکھ سکے گا اور وہ اپنے بڑے گناہوں سے ڈر رہا ہوگا کہ کہیں وہ اس پر پیش نہ کر دیے جائیں۔ اسے کہا جائے گا تیرے لیے ہر گناہ کے بدلہ میں نیکی لکھ دی گئی ہے۔ وہ کہے گا۔ اے میرے پروردگار! میں نے کچھ ایسے بھی گناہ کیے تھے جو یہاں نہیں دیکھ رہا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ مسکرائے، یہاں تک کہ آپ کے دانت ظاہر ہوئے۔

مشکوٰۃ شریف۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

دو باتیں

السلام علیکم!

یہ موت کا پھول کی دو باتیں ہیں، لیکن اس میں ہم اس ناول کی بات نہیں کریں گے بلکہ فرمان الٰہی کی بات کریں گے۔

یہ ایک خاص نمبر ہے... غالباً جون 1999ء میں شائع ہوا تھا... اس میں چند عجیب اور انوکھی احادیث کا ذکر آیا ہے... ناول کا پلاٹ بھی انہی احادیث کو سامنے رکھ کر بنا تھا... بہت سے لوگ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ یہ احادیث، حدیث کی کون سی کتاب میں ہیں... جب بھی اس بارے میں کوئی خط آتا ہے... میں جواب دیتا ہوں... اب پھر چند دن پہلے ایک خط میں یہی سوال پوچھا گیا ہے... سو میں نے سوچا... کیوں نہ جواب ایک ناول کی دو باتیں میں لکھ دیا جائے... تاکہ قارئین کو خط لکھ کر معلوم کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہو... سو آپ نوٹ کر لیں... یہ جو احادیث مبارکہ نقل کی گئی ہیں... وہ آپ مشکوٰۃ شریف کے باب اخلاق میں دیکھ سکتے ہیں... جلد اول۔

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اب اس بارے میں کوئی خط آیا تو میں اس خط میں یہ جواب تحریر نہیں کروں گا... جی نہیں... جواب پھر بھی دوں گا... یہ دو باتیں تو آپ کی آسانی کے لیے تحریر کر دی ہیں... تاکہ سند رہے... اور ضرورت کے وقت کام آئے... شکریہ!

فقط

اشتیاق احمد

پائلٹ کے چہرے پر خوف پھیل گیا... اس نے فوراً اپنے
نائب کی طرف دیکھا:

"تم نے کچھ سنا عامر؟ ہوا نے ہم سے کیا کہا ہے۔"

"کیا کہا ہے... میں نے اپنا ہیڈ فون اتار رکھا ہے... ہاں کیا
کہا... ہوا نے ہم سے کچھ کہا ہے۔"

"ہاں ہوا نے.... ٹھہرو... میں جہاز کو واپس موڑ کر پھر اس
جگہ سے لاتا ہوں... جس جگہ مجھے وہ الفاظ سنائی دیے ہیں... تم ہیڈ
فون لگا لو اور ہاں... الفاظ ٹیپ بھی کرتے ہیں۔"

"لیکن ہوا آپ سے باتیں کرنے لگی۔"

"ہو سکتا ہے... وہم ہوا ہو... لیکن۔" پائلٹ کہتے کہتے
رک گیا پھر بولا:

"لیکن عامر... میں نے آج یہ الفاظ پہلی بار نہیں سنے... کل
بھی سنے تھے... لیکن کل میں نے اس کو مکمل طور پر اپنا وہم خیال کیا
تھا..."

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں، دوسری بات یہ کہ آپ بالکل اس

جگہ سے جہاز کیسے گزار دیں گے... آپ کو کیا پتا؟"

"میں نے سمت پر نظر رکھی تھی... تم فکر نہ کرو۔"

جہاز کے تمام مسافر پر سکون تھے... انہیں بالکل معلوم نہ ہوا کہ جہاز واپس موڑا گیا ہے... اندر بیٹھے لوگوں کو یہ معلوم ہوتا بھی نہیں... اور پھر چند منٹ بعد کیپٹن نے اپنے اسسٹنٹ سیکنڈ پائلٹ سے کہا:

"تیار ہو جاؤ عامر۔"

میں تیار ہوں سر۔" اس نے خوف زدہ انداز میں کہا۔

"یہ کیا... تمہاری آواز سے خوف ٹپک رہا ہے۔"

"ہاں! پتا نہیں کیوں... میں... میں خوف محسوس کر رہا ہوں۔"

"لیکن میں نے بالکل کوئی خوف محسوس نہیں کیا۔"

"میں اپنے خوف کی کوئی وضاحت نہیں کر سکتا سر۔"

"اچھا خیر... خود پر قابو رکھو... لو ہم میں اس جگہ سے گزرنے لگے ہیں... خاموش۔"

دونوں نے ہونٹ بند لیے... اسی وقت ایک سرگوشی سنائی دی... ہوا کی سرسراہٹ ہو جیسے...

"تم نے... مجھے... لیڈی ڈاکر کو... قتل کر دیا... اور لوگ خیال کریں گے... میں نے خودکشی کی ہے... افسوس... آہ... میں... میں مری... غرغر غر..."

"دونوں کانپ گئے... جہاز اس جگہ سے آگے جا چکا تھا۔

"سس... سر... سر یہ کیا تھا... کک... کیا آپ نے بالکل یہی الفاظ سنے تھے۔"

"سو فیصد یہی... ایک حرف کا بھی فرق نہیں پڑا۔"

"کک... کیا... ہم یہ الفاظ ایک بار اور نہ سن لیں سر۔"

"اس طرح ہم لیٹ ہو جائیں گے... اور حکام ہم سے جواب طلب کریں گے۔"

"تو ہم انہیں یہ حیرت ترین بات بتائیں گے۔"

"ہماری بات پر کون یقین کرے گا عامر۔"

"تو پھر انہیں اس جگہ یہ الفاظ سنا دیں گے... لیکن پہلے ہم تو یقین کر لیں۔"

"اوہ اچھا... خیر... یونہی سہی۔"

اس نے جہاز کو ایک بار پھر گھمایا اور اس جگہ لے آیا... الفاظ پھر سنائی دیے:

"تت... تم نے... مجھے... لیڈی ڈاکر کو قتل کر دیا... اور لوگ خیال کریں گے... میں نے خودکشی کی ہے... افسوس... آہ... میں... میں مری... غرغر غر۔"

وہ سکتے میں آ گئے... تیسری بار بھی کوئی فرق نہیں پڑا تھا...

"کیا خیال ہے عامر۔"

"ہم... میں کیا کہوں سر... میری تو عقل دنگ ہے..."

"ہم کیا کریں... اگر ہم نے اس بات کا ذکر کیا تو ہمارا خوب
مذاق اڑے گا۔"

"لیکن سر... میں نے سوچ لیا ہے۔" عامر نے کہا۔

"کیا سوچ لیا ہے۔"

"ہم یہ بات ایک ایسے شخص کو بتائیں گے... جو ہمارا مذاق
نہیں اڑائے گا... حد درجے سنجیدگی سے سنے گا پوری بات کو۔"

"اور... اور وہ کون ہے عامر۔"

"پروفیسر داؤد... اس ملک کے سب سے بڑے سائنس
دان.. ایک بار ایک کام کے سلسلے میں ہم نے ان کی کچھ مدد کی تھی...
اس روز سے میری ان سے علیک سلیک ہے... کبھی وہ فون پر مجھ سے
میری خیریت پوچھ لیتے ہیں... بہت اچھے انسان ہیں... دوسروں کا
چھوٹے سے چھوٹا احسان بھی نہیں بھولتے... تمام زندگی یاد رکھتے
ہیں۔"

"ہوں... اچھا... ٹھیک ہے... تب پھر... اگر ائرپورٹ
حکام نے پوچھ گچھ نہ کی تو ہم یہ بات انہیں بتائیں گے۔"

"بالکل ٹھیک... صرف چند منٹ لیٹ کو کون پوچھے گا سر..
دھند کی وجہ سے اکثر ایسا ہو جاتا ہے... ہاں... دس منٹ سے زیادہ
جہاز لیٹ ہو جائے تو سوالات کیے جاتے ہیں... لہٰذا امید ہے، کوئی
نہیں پوچھے گا۔"

"بس تو پھر ہم ائرپورٹ سے نکل کر ان کے ہاں جائیں

گے۔"

"بالکل... یہی میرے دل کی آواز ہے۔"

پھر وہ ائرپورٹ پر اترے... وہ فوراً پروفیسر داؤد کی تجربہ گاہ
پہنچے... پروفیسر صاحب نے عامر کو دیکھ کر گرم جوشی سے ہاتھ ملایا..
پھر اٹھ کر ان سے ملے۔

"پروفیسر صاحب... یہ ہیں میرے کیپٹن... یونس کریم۔"

"خوشی ہوئی عامر... کہ آپ آئے... آیئے بیٹھتے ہیں۔"

انہوں نے کہا اور انہیں ڈرائنگ روم میں لے آئے۔

"پروفیسر صاحب... آپ جانتے ہیں... میں پائلٹ ہوں..
یونس کریم بھی پائلٹ ہیں... میں ان کا اسسٹنٹ ہوں... ہمیں
تقریباً روزانہ ایک جہاز دارالحکومت سے بولان سٹی لے جانا ہوتا ہے
اور اسی روز ہم وہاں سے واپس بھی آتے ہیں۔"

"اچھا..." پروفیسر بولے۔

"کل جب جہاز ایک جگہ سے گزرا تو یونس صاحب کو ہوائی
سرگوشی سنائی دی۔"

"کیا کہا... ہوائی سرگوشی۔" پروفیسر چونکے۔

"جی ہاں! ہوا نے ان سے کچھ الفاظ کہے... انہوں نے اس
کو اپنا وہم خیال کیا... آج پھر یہ بالکل اسی جگہ سے جب گزرے تو ہوا
نے بالکل وہی الفاظ دہرائے... اب تو یہ چونک اٹھے... انہوں نے یہ
بات مجھے بتائی... اور جہاز موڑ کر پھر اس کو وہاں سے گزارا... میں نے

بھی وہ الفاظ سنے ... میں نے ان سے درخواست کی ... کہ ہم ایک بار پھر الفاظ سن لیں ... انہوں نے ایسا کیا ... الفاظ پھر سنائی دیے ... "

"اوہ ... اوہ ... الفاظ کیا تھے ؟"

"الفاظ یہ تھے ... تم نے مجھے ... لیڈی ذاکر کو قتل کر دیا اور لوگ خیال کریں گے ... میں نے خودکشی کی ہے ... افسوس ... آہ میں مری ... غرغر غر ... "

"کیا کہا ... الفاظ پھر دہرانا۔" پروفیسر داؤد زور سے اچھلے ... ان کی آنکھوں میں خوف اور حیرت کا سمندر نظر آیا۔

یونس کریم نے الفاظ پھر دہرائے ... اب تو پروفیسر اچھل کر کھڑے ہو گئے ...

"نن نہیں ... نہیں۔"

"آپ ... آپ کو کیا ہوا پروفیسر صاحب۔"

"م ... میں ... لیڈی ذاکر کو جانتا ہوں ... انہوں نے خود کشی ہی کی تھی۔"

"کیا!!!" دونوں ایک ساتھ پوری قوت سے چلائے۔

OO

ڈرائنگ روم میں موت کا سا سناٹا طاری ہو گیا ... وہ ٹکر ٹکر ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے ... پھر عامر نے کانپتی آواز میں کہا:

"آپ کا مطلب ہے ... اس معاملے کو خودکشی کا کیس قرار دیا جا چکا ہے ... "

"ہاں! اور اس معاملے میں آج تک کسی کو کوئی شک نہیں گزرا ... گھر کے افراد، آس پاس لوگ، عزیز رشتے دار اور پولیس سب کو یہی یقین ہے کہ انہوں نے خودکشی کی تھی ... "

"ہمیں تو یہ معلومات سرے سے نہیں ہیں ... دراصل ہم تو جہاز اڑانے، لانے، لے جانے کے چکر میں اس طرح چکرائے رہتے ہیں کہ اخبارات تک کی خاص خاص سرخیاں پڑھتے ہیں ... کبھی تو وہ بھی نہیں پڑھتے ... لیکن ہم تو آپ کے پاس اور خیال سے آئے تھے۔"

"ہاں! میں سمجھتا ہوں ... آپ اس لیے آئے تھے کہ ہوا میں سے یہ الفاظ کیوں سنائی دیتے ہیں .. تو اس کی وضاحت موجود ہے۔"

"وضاحت موجود ہے ... کیا مطلب ؟"

"ہر شخص جو بات بھی منہ سے نکالتا ہے ... وہ ہم سنتے ہیں .. لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ آواز فضا میں محفوظ ہو جاتی ہے۔"

"جی ... کیا مطلب ... محفوظ ہو جاتی ہے۔"

"ہاں! یوں کہہ لیں ... کہ ہلکی ہونے کی وجہ سے اوپر اٹھ جاتی ہے ... اس قدر اوپر کہ وہاں انسان کا گزر نہیں ہے ... اور اس جگہ آوازیں جوں کی توں موجود رہتی ہیں ... بلکہ سنائی دیتی ہیں ... ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ایک آواز ایک جگہ جم کر رہ جائے ... اور صرف اس جگہ سنائی دے سکے ... یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آوازیں ادھر ادھر گردش کرتی رہیں ... کچھ ممکن ہے ... بہر حال ہماری آوازیں خلا

میں موجود رہتی ہیں... تاہم ایسا پہلی بار ہوا ہے کہ ایسی کوئی آواز سنائی دے گئی ہے... یا اگر ایسا پہلے بھی ہو چکا ہے... تو یہ چیز دنیا کے سامنے نہیں آئی... سب سے پہلے تو میں وہ آواز سننا چاہوں گا... آپ اب جہاز کس وقت لے جائیں گے۔"

"کل... صبح۔" عامر نے کہا۔

"ہم کل آپ کے ساتھ جہاز پر جائیں گے... پرواز نمبر وغیرہ نوٹ کرا دیں اور ہمارے لیے چھے ٹکٹ بھی خرید لیں۔"

"جی... چھے ٹکٹ۔"

"ہاں! میرے ساتھ میرے دوست خان رحمان، انسپکٹر جمشید اور ان کے بچے بھی ہوں گے۔"

"اوہ اوہ۔" ان کے منہ سے نکلا۔ پھر وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

"تو پھر اب کل ایئرپورٹ پر ملاقات ہو گی۔"

"ہاں... بالکل... آپ مجھے ہیڈ فونوں کا انتظام کر لیجیے گا۔"

"جی بہتر۔"

"ارے ہاں... کیا آواز ریکارڈ کی گئی تھی۔"

"جی بالکل... ریکارڈ شدہ آواز آپ کو جہاز میں ہی سنا دیں گے۔"

"اچھی بات ہے... آپ کا شکریہ۔"

دونوں وہاں سے چلے گئے... چند لمحے سوچ میں گم رہنے کے بعد پروفیسر داؤد نے انسپکٹر جمشید کے نمبر ڈائل کیے... رات

ہونے کو تھی... یہ وقت ان کے گھر میں ملنے کا تھا...

"السلام علیکم... جمشید۔"

"وعلیکم السلام... آپ ہیں... تو پھر ضرور کوئی خاص بات ہو گی۔" انسپکٹر جمشید کی شوخ بھری آواز سنائی دی۔

"درست اندازہ لگایا۔"

"میں سننے کے لیے بالکل تیار ہوں۔"

"جمشید... ہماری سائنس کہتی ہے... ہم جو کچھ بولتے ہیں، وہ خلا میں محفوظ ہو جاتا ہے... یا یوں کہہ لیں کہ ہوا کے سب سے اوپر والے طبقات میں محفوظ ہو جاتا ہے..."

"جی ہاں! میں نے اس موضوع پر کئی رسائل پڑھے ہیں۔"

"لیکن وہ آوازیں... جو اوپر محفوظ ہو جاتی ہیں... ہم نہیں سن سکتے۔"

"جی... جی ہاں! ایسی بات ہے۔"

"لیکن ہوا اس کے الٹ ہے۔"

"کیا مطلب... کس کے الٹ ہوا ہے۔"

"دو پائلٹوں نے... اونچی پرواز کرتے ہوئے... فضا کے الفاظ سنے ہیں۔"

"فضا کے الفاظ... ارے باپ رے۔" انسپکٹر جمشید نے چلا کر کہا۔

ان کے اس طرح چلانے پر محمود، فاروق اور فرزانہ یک دم

ان کی طرف متوجہ ہو گئے... ورنہ پہلے وہ آپس کی باتوں میں مشغول تھے۔

"ہاں جمشید... انھوں نے یہ الفاظ سنے ہیں... تم نے مجھے... لیڈی ذاکر کو... قتل کر دیا... اور لوگ خیال کریں گے... میں نے خود کشی کی ہے... افسوس... آہ... میں مری... غر غر غر۔"

"کک... کسے قتل کر دیا؟" انسپکٹر جمشید چلائے۔

"لیڈی ذاکر کو۔"

"آپ کا مطلب ہے... ذاکر کی بیوہ نفیسہ خاتون کو... قتل کر دیا۔" انھوں نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"ہاں! انھوں نے یہی الفاظ سنے ہیں۔"

"جب کہ ہم سب کو معلوم ہے... لیڈی ذاکر نے خود کشی کی تھی... اور اس پر سب کو اتفاق ہے۔"

"ہاں بالکل... لیڈی ذاکر نے زہر کھا لیا تھا..."

"لیکن جمشید... ہوا کو جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"کیا آپ ہمیں وہ الفاظ سنا سکتے ہیں۔" انسپکٹر جمشید بے چین ہو گئے۔

"میں جانتا تھا... تم یہی کہو گے... لہٰذا میں نے انتظام کر لیا ہے... کل ہم اس پائلٹ کے ساتھ سفر کریں گے... عین اس جگہ ہم خود وہ الفاظ سنیں گے۔"

"یقین نہیں آرہا۔"

"یہ کل دیکھیں گے... کہ یقین آتا ہے یا نہیں۔"

"او کے... میں یہ حیرت انگیز خبر ان تینوں کو سنا دوں ذرا۔"

"اور میں خان رحمان کو۔"

"ٹھیک ہے... اچھی بات ہے۔"

ادھر انسپکٹر جمشید نے یہ حیرت انگیز خبر انھیں سنائی... بیگم جمشید سمیت ان کے منہ حیرت سے کھلے کے کھلے رہ گئے۔

"یہ واقعہ کب پیش آیا تھا ابا جان اور یہ لیڈی ذاکر تھیں کون؟"

"سر ذاکر شہر کی بہت مشہور سیاسی شخصیت ہیں... بہت بڑے زمیندار ہیں... کارخانہ دار ہیں... کہا جاتا ہے... ان کا محل اتنا بڑا ہے کہ پورے شہر میں کسی کا نہیں ہو گا... ان کے پاس اس قدر دولت ہے کہ ملک کے صدر کے پاس بھی نہیں ہو گی... کسی وزیر کے پاس نہیں ہو گی... لیڈی ذاکر یعنی نفیسہ خاتون ان کی بیوی تھیں... تین ماہ پہلے انھوں نے زہر کھا کر خود کشی کر لی تھی... ان کی خود کشی میں کسی کو کوئی شک نہیں گزرا تھا... ہم تو خیر موقعے پر گئے ہی نہیں تھے... لیکن آئی جی اور دوسرے اہم آفیسرز نے جا کر معائنہ کیا اور اس کو ہر طرح خود کشی کا کیس قرار دیا تھا... یوں بھی لیڈی ذاکر کا ایک خط اس کمرے میں میز پر رکھا ملا تھا... جس میں انھوں نے خود کشی کرنے کا اقرار کیا تھا اور یہ لکھا تھا کہ ان کی موت کا ذمے دار ان کے علاوہ کسی کو نہ ٹھہرایا جائے... اس خط کی تحریر میں بھی کوئی شک

نہیں پایا گیا تھا... لہٰذا معاملہ ختم کر دیا گیا تھا۔"

"اوہ اچھا... لیکن اب کیا ہوا ہے... وہ خودکشی قتل کیسے بن گئی۔"

"یہ شاید اس صدی کی سب سے انوکھی خبر ہو گی۔"

"اس سال کی یا اس صدی کی۔"

"اس صدی کی۔"

"اوہ... نن نہیں... آخر کیسے؟"

"یونس کریم اور عامر دو پائلٹ ہیں وہ اپنی معمول کی پرواز میں تھے... مسافر طیارہ لے جاتے اور لاتے ہیں... راستے میں انہوں نے ایک جگہ یہ الفاظ سنے.. جو ہوا میں سے آ رہے تھے.. تم نے مجھے.. لیڈی ڈاکر کو قتل کر دیا... اور لوگ خیال کریں گے... میں نے خودکشی کی ہے... افسوس... آہ میں مری... غر غر غر۔"

"آپ نے کیا کہا... یہ الفاظ ہوا میں سے سنائی دیے ہیں۔"

"ہاں ان دونوں نے یہ الفاظ دو تین بار سنے... پھر انہوں نے پروفیسر داؤد صاحب سے ملاقات کی... اب ہم کل یہ الفاظ ہوائی جہاز میں سنیں گے... یعنی اس جگہ سے گزرتے ہوئے... پروفیسر صاحب کا کہنا ہے... سائنس ہمیں یہ بات پہلے بتا چکی ہے کہ دنیا کا ہر انسان جو کچھ بولتا ہے... وہ الفاظ خلا میں محفوظ ہو جاتے ہیں۔"

"تب پھر یہی الفاظ کیوں سنائی دیے... اور لیڈی ڈاکر کے ہی کیوں سنائی دیے۔" فرزانہ نے اعتراض کیا۔

"اس کا جواب تو پروفیسر صاحب ہی دیں گے... میرے ذہن میں یہ بات صاف نہیں ہے۔"

"اوہ اچھا... خیر... اس کا مطلب ہے... اب ہم لیڈی ڈاکر کے قتل پر کام کریں گے... جو آج سے پہلے تک صرف خودکشی کا کیس ہے۔"

"ہاں! ایسی بات ہے..."

"شہر میں ہل چل سی مچ جائے گی۔"

"کیا کیا جا سکتا ہے... ویسے ہم اس معاملے کو خفیہ ہی رکھنا پسند کریں گے... کیونکہ قاتل اب بالکل بے فکر ہو چکا ہو گا... ہم اس بے خبری میں وار کریں گے۔"

"جی میرا ابھی چاہ رہا ہے... میں اسی وقت سر ڈاکر کے محل جا کر تفتیش شروع کر دوں۔" فاروق کی آواز ابھری۔

"حیرت ہے... تم میں اس قدر کام کرنے کی تڑپ کہاں سے آ گئی۔" محمود بول اٹھا۔

"سسپنس نے پیدا کر دی۔" فاروق مسکرایا۔

"اوہ اچھا... کمال ہے..." فرزانہ مسکرائی۔

"اس میں کمال کی بات کہاں سے آ گئی۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"بھئی کمال کی بات کی بھی ایک ہی کہی... وہ تو کہیں سے بھی آ سکتی ہے۔" محمود مسکرایا۔

"اب تم لوگوں سے کون مغز مارے۔" فاروق جل گیا۔

"یہ کام زیادہ بہتر طور پر تم ہی کر سکتے ہو۔" فرزانہ نے شوخ آواز میں کہا۔

اور وہ مسکرانے لگے... فاروق کا منہ بن گیا... دوسرے دن وہ جہاز میں سوار ہوئے... جہاز جب اس جگہ سے گزرنے لگا تو انہیں بالکل وہی الفاظ سنائی دیے... وہ حیرت زدہ رہ گئے... اگرچہ ساری بات پہلے ہی سن چکے تھے... واپسی پر فرزانہ نے اپنا سوال دہرایا۔

"پروفیسر انکل... ہمیں صرف یہی الفاظ کیوں سنائی دیے ہیں... جب کہ اربوں لوگ بات چیت کرتے ہیں۔"

"ابھی تک میں یہ بات نہیں سمجھ سکا... ہم لوگوں کو صرف یہ معلوم ہے کہ آوازیں خلا میں محفوظ رہتی ہیں... اور بس یہ آواز ہمیں کیوں سنائی دی... میں کچھ نہیں کہہ سکتا... تاہم میں اس پر غور کروں گا اور اس سے متعلق لٹریچر پڑھ کر دیکھوں گا... لیکن ہمارا اس وقت کا مسئلہ یہ ہے کہ قتل کا ایک کیس خودکشی کیسے بن گیا... لیڈی ڈاکر کا قاتل تو چین کی بانسری بجا رہا ہوگا۔"

"اسے تو خیر ہم اب دیکھ لیں گے... تین ماہ بے فکری سے اس نے گزار لیے... آج سے اس کی پریشانی کے دن شروع ہو رہے ہیں... ہم آج ہی سر ڈاکر سے ملاقات کر رہے ہیں۔"

"ایسی غلطی نہ کرنا جمشید۔" ایسے میں خان رحمان بول اٹھے۔

"کیا مطلب... یہ غلطی کیسے ہو گی۔"

"پہلے تم آئی جی صاحب سے مشورہ کر لو... کہ وہ اس کیس پر کام کرنے کی اجازت دیتے ہیں یا نہیں۔"

"وہ... اچھا... لیکن بھلا ان سے اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے... اور اگر وہ اجازت نہیں دیں گے تو کیا ہم تفتیش کرنے سے رک جائیں گے۔"

"تک... کیا مطلب۔" خان رحمان اور پروفیسر داؤد ایک ساتھ بولے۔

"پہلے میں آئی جی صاحب سے بات کر لوں۔"

"آؤ... اسی وقت چلتے ہیں ان کے پاس۔"

وہ شیخ نثار احمد صاحب کے دفتر پہنچے... ان سب کو ایک ساتھ دیکھ کر وہ گھبرا گئے اور بولے:

"خیر تو ہے بھئی... آج مجھ پر یہ چڑھائی کیسی۔"

"لیڈی ڈاکر کے سلسلے میں۔"

آئی جی صاحب بہت زور سے اچھلے... ان کی آنکھوں میں خوف ہی خوف پھیل گیا۔

☆...☆...☆

... نہیں

انہیں اس حد تک خوف زدہ دیکھ کر وہ حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے:

"آپ لیڈی ڈاکٹر کا نام سن کر خوف زدہ کیوں ہو گئے۔"

"جمشید! اگر تم ان کی خود کشی پر بات کرنے کے لیے آئے ہو تو اس بات کو یہیں ختم کر دو... مجھ سے کوئی ذکر نہ کرو... میں اس بارے میں کچھ نہیں سنوں گا۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔"

"یہ بات یوں ہوئی کہ صدر صاحب کی ہدایات یہی ہیں کہ اگر کبھی کوئی اس کیس پر بات کرنے کی کوشش کرے تو اس کے منہ پر فوراً تالا لگا دیا جائے۔"

"گویا ہم اس بارے میں کوئی بات نہیں کر سکتے۔"

"ہاں! نہ صرف مجھ سے... بلکہ کسی سے بھی نہیں۔"

"اس کی وجہ سر۔"

"جمشید! میں نے تمہیں بتایا نہیں... صدر صاحب کا حکم یہی ہے... لہٰذا وجہ صدر صاحب کو ہی معلوم ہو گی۔"

"کیا ہم ان سے اس سلسلے میں بات کریں۔"

"میں اس کا مشورہ نہیں دوں گا جمشید۔"

"لیکن آپ جانتے ہیں... ہم وہاں جا کر رہیں گے۔"

"یہ تمہارا اپنا فیصلہ ہو گا... میرا اس میں کوئی حصہ نہیں۔" وہ بولے۔

"جی ہاں! ٹھیک ہے۔" یہ کہہ کر وہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

"اب تم وہاں جاؤ گے... صدر صاحب کے پاس۔"

"ہاں سر... مجبوری ہے... جانا پڑے گا۔"

"خبردار جمشید... تم اپنی زندگی کی بہت بڑی غلطی کرو گے... اس معاملے میں خاموشی اختیار کر لو۔"

"اس کا مطلب ہے... آپ کو معلوم ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"کیا معلوم ہے۔"

"یہ کہ انہوں نے خود کشی نہیں کی تھی۔"

"کیا... نہیں... یہ غلط ہے۔" وہ چلائے۔

اب انہیں اور حیرت ہوئی...

"کیا مطلب سر... یہ غلط ہے... تب پھر آپ کس بات سے خوف زدہ ہیں۔"

"لیڈی ڈاکٹر کے سلسلے میں کوئی بھی بات کرنے سے میں خوف زدہ ہوں... مجھے یہ قطعاً معلوم نہیں... کہ انہوں نے خود کشی.

نہیں کی تھی... یہ تم نے مجھ سے کہا ہے... جب کہ تمام تر لوگ اس
بات پر متفق ہیں کہ انہوں نے خودکشی کی تھی۔"

"لیکن انہوں نے خودکشی نہیں کی تھی... انہیں قتل کیا گیا
تھا۔"

"اف جمشید... تم اور آگے بڑھ گئے... اب بھی وقت ہے...
اس معاملے کو یہیں رہنے دو... لیڈی ڈاکر اب واپس نہیں آئے گی۔"

"لیکن اس کا قاتل زندہ ہے... آزاد ہے... یہ میں کیسے
برداشت کر سکتا ہوں۔"

"نہیں کر سکتے... تو صدر صاحب سے ضرور بات کرو۔"

"جی اچھا... میں اس مشورے پر عمل کروں گا۔"

"شکریہ جمشید... تم نے مجھے پریشان کر کے رکھ دیا... خدا
کرے صدر صاحب تمہیں اس کی اجازت نہ دیں۔"

"پتا نہیں... آپ کیوں اس قدر خوف زدہ ہیں... کچھ سمجھ
میں نہیں آیا۔"

"صدر صاحب سے جا کر معلوم کر لو جمشید۔" انہوں نے
جلدی سے کہا۔

"جی ہاں... وہیں جا رہے ہیں۔"

وہ سب صدر صاحب کے پاس پہنچے... انہوں نے ان سب
کو حیرت بھری نظروں سے دیکھا:

"خیر تو ہے... بہت سنجیدہ نظر آ رہے ہیں۔"

"جی بس... کچھ ایسی ہی بات ہے... آئی جی صاحب سے مل
کر آ رہے ہیں... وہ ہمیں اجازت نہیں دے رہے۔"

"اجازت نہیں دے رہے... کس بات کی۔" انہوں نے
حیران ہو کر کہا۔

"ایک کیس کی تفتیش کرنا چاہتے ہیں ہم... ایک عورت کا
قتل کیا گیا تھا... لیکن اس کے قتل کو خودکشی ثابت کر دیا گیا... ہم
چاہتے ہیں... اس کو قتل ثابت کر دیں اور قاتل کو گرفتار کریں۔"

"یہ تو بہت اچھی بات ہے... آخر آئی جی صاحب کیوں
اجازت نہیں دے رہے۔"

"ان کا کہنا ہے... یہ اجازت ہم آپ سے لیں... اول تو آپ
بھی نہیں دیں گے۔"

"کیا مطلب... یہ انہوں نے کہا ہے... انہیں کیسے معلوم...
کہ میں اجازت نہیں دوں گا۔"

"معاملہ لیڈی ڈاکر کا ہے۔"

"کیا... نہیں۔" صدر صاحب چلا اٹھے... ان کا رنگ سفید
پڑ گیا... پھر وہ کانپتی آواز میں بولے:

"یہ... یہ تم نے کیا کہہ دیا جمشید... اب اس بارے میں ایک
لفظ بھی نہ کہنا... اگر تمہیں میرا کچھ احساس ہے... میرا کوئی لحاظ ہے
تمہاری آنکھوں میں تو ان آنکھوں کو بند کر کے یہاں سے گھوم جاؤ...
ایوان صدر سے چلے جاؤ... اس سے زیادہ میں اس سلسلے میں کچھ نہیں

کر سکتا... میں چاہتا ہوں... میرے خاموش ہوتے ہی تم بس اٹھ کر چلے جاؤ۔"

وہ ٹھک سے رہ گئے... اور پھر اٹھ کھڑے ہوئے... چپ چاپ وہاں سے نکلنے کے بعد جب وہ کار میں بیٹھ گئے اور کار چل پڑی، اس وقت فرزانہ نے پھٹی پھٹی آواز میں کہا:

"یہ... یہ کیا ہو گیا جان۔"

"ایسا لگتا ہے... تین ماہ پہلے جب یہ واقعہ ہوا... تو واضح طور پر نظر آیا کہ یہ خودکشی کا کیس ہے... لیکن آئی جی صاحب اور ان جیسے دوسرے آفیسرز نے جان لیا تھا کہ وہ قتل ہے... ان سب نے سرڈاکر کی وجہ سے قتل کے اس واقعے کو خودکشی ہی رہنے دیا... اور یہ بات صدر صاحب کو بھی بتا دی گئی تھی... انہوں نے بھی اس کا حکم ان سب کو دیا... یعنی اس معاملے میں خاموشی اختیار کر لی جائے... اس معاملے کو خودکشی ہی رہنے دیا جائے... اخبارات اور رسائل میں خودکشی ہی شائع کی جائے..."

"لیکن... آخر کیوں؟" محمود پر زور انداز میں بولا۔

"ان سب کا خیال تھا... لیڈی ڈاکر کا قتل خود سرڈاکر نے کیا ہے۔"

"اوہ... اوہ۔" وہ سکتے میں آ گئے۔

"تب تو یہ ہمارے لیے ایک خوفناک مسئلہ پیدا ہو گیا۔" پروفیسر داؤد بڑبڑائے۔

"ہاں! بہت خوفناک..." انسپکٹر جمشید بڑبڑانے کے انداز میں بولے۔

"خان رحمان... گاڑی تم چلاؤ... میرا سر چکرا رہا ہے۔"

"نن نہیں... جمشید... خود کو سنبھالو... ہم بھی اس بارے میں کچھ نہ کچھ سوچ لیں گے... اور تم تو کوئی نہ کوئی راستہ نکال ہی لو گے... پھر اس قدر پریشانی کیسی۔"

"تم ادھر تو آ جاؤ۔" وہ بولے۔

خان رحمان ڈرائیونگ سیٹ پر آ گئے... پھر وہ گھر کی طرف روانہ ہوئے...

"جونہی ہم اس کیس پر کام شروع کریں گے... صدر صاحب کو معلوم ہو جائے گا... آخر ہم سب سے دور رہ کر... الگ تھلگ رہ کر تو تفتیش نہیں کر سکتے... ہمیں نکل تو جانا پڑے گا۔"

"اوہو جمشید... تم فکر نہ کرو... اس کی ترکیب میں نے سوچ لی ہے۔" پروفیسر داؤد نے پرجوش انداز میں کہا۔

"ہائیں... انکل... کہیں آپ میں فرزانہ کی روح تو حلول نہیں کر گئی۔"

"ارے باپ رے... اور میری روح..."

"ظاہر ہے... جب ایک روح داخل ہوتی ہو گی تو پہلے والی بے چاری نکل جاتی ہو گی۔"

"نن... نہیں۔" وہ گھبرا گئے۔

"آپ بھی بعض اوقات ان بچوں میں بالکل بچے بن جاتے ہیں۔" خان رحمان نے منہ بنایا۔

"اور تم؟" وہ چٹ سے بولے۔

"ہاں! میں بھی بالکل بچہ بن جاتا ہوں۔"

"تب پھر مجھ پر اعتراض کیوں؟"

"اس لیے کہ آپ مجھ سے عمر میں بڑے ہیں۔" وہ مسکرائے۔

"حد ہو گئی... یہ کیا اعتراض ہوا بھلا۔"

"پسند نہیں آیا تو اور کر دیتا ہوں۔"

"کیا اور کر دیتا ہوں۔"

"اعتراض اور کیا... مقدمہ نہیں کر رہا ہوں آپ پر۔"

"لو بھئی... آج ہم تینوں تو گئے کام سے... ہماری جگہ انکل + انکل نے سنبھال لی۔"

"چلو اچھا ہے... زبان کو آرام مل جائے گا۔"

"یار جمشید... تم اب بھی چپ ہو۔" خان رحمان بولے۔

"اوہ نہیں۔" وہ چونکے۔

"میں چاہتا ہوں... تم چہکو... بولو... ہنسو... مسکراؤ..."

"اوہ ہاں! کیوں نہیں... واقعی فکر نہ کرو۔" وہ مسکرانے لگے۔

"چلیے شکر ہے... آپ مسکرائے تو۔"

پھر وہ گھر پہنچ گئے... انسپکٹر جمشید نے پہلے اکرام کو فون کیا...

اس سے صرف اتنا کہا:

"ذرا گھر آ جاؤ بھئی۔"

پھر وہ لائبریری میں چلے آئے... بیگم جمشید نے انہیں اندر داخل ہوتے دیکھ کر ہی کہہ دیا تھا:

"کوئی بہت زیادہ سنگین مسئلہ پیش آ گیا ہے شاید۔"

"اندازہ درست ہے... لائبریری میں چائے لے آنا۔" انہوں نے سرد آواز میں کہا۔

وہ سہم گئیں... یہ لوگ اندر چلے آئے... تین ماہ پہلے کے اخبارات میں لیڈی ڈاکٹر کی خودکشی والا واقعہ تلاش کیا گیا... اخبارات الگ کیے گئے... اور پھر ان کا مطالعہ شروع کیا گیا... ایسے میں بیگم جمشید چائے لے آئیں... ان کی نظریں اخبارات میں شائع ہونے والی لیڈی ڈاکٹر کی تصویر پر پڑیں... وہ چونک اٹھیں:

"یہ... یہ کیا... کیا آپ لوگ لیڈی ڈاکٹر کے کیس پر پھر سے کام شروع کر رہے ہیں۔"

"ہاں بیگم... کیا بات ہے... کیا تم بھی اس بارے میں کچھ کہو گی... کیا تمہیں بھی کچھ معلوم ہے۔"

"ہاں کیوں نہیں۔" وہ مسکرائیں۔

"کیا مطلب، کیا معلوم ہے۔"

"پہلے آپ بتائیں... آپ جاننا کیا چاہتے ہیں۔"

"لیڈی ڈاکٹر نے خودکشی کی تھی یا قتل۔"

"یہ مجھے نہیں معلوم... لیکن وہ خودکشی کر نہیں سکتی تھیں، جب ان کا واقعہ اخبارات میں شائع ہوا تھا... میں نے اور بہت سے دوسرے لوگوں نے یہی رائے قائم کی تھی... لیکن انتظامیہ نے اس کو خودکشی کا کیس ہی مانا تھا... اس لیے بات ختم ہو گئی تھی۔"

"ہم... تم نے یہ بات کیسے کہہ دی... کہ وہ خودکشی نہیں کر سکتی تھیں۔"

"اس لیے کہ پورے خاندان میں وہ واحد عورت تھیں... جنہیں دین اسلام سے حد درجے محبت تھی... ہر وقت دینی باتیں کرتی رہتی تھیں... وہ اپنی اولاد کو کامل مسلمان بنانا چاہتی تھیں... انگریزی طور طریقے انہیں سکھانے کے خلاف تھیں... ان کے علاوہ پورا محل ان کے خیالات کے بالکل الٹ کرنا چاہتا تھا... اس لیے میں یہ بات سو فیصد یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ انہوں نے خودکشی نہیں کی تھی۔"

ان پر ایک بار پھر سکتہ طاری ہو گیا... ایسے میں اکرام نے گھنٹی بجائی... فاروق فوراً اٹھا اور اسے اندر لے آیا... بیگم جمشید باورچی خانے جا چکی تھیں... پھر جونہی اکرام کی نظریں ان تصاویر پر پڑیں، وہ زور سے اچھلا۔ اس کا رنگ بھی زرد پڑتا نظر آیا۔

"اب تمہیں کیا ہوا ہے۔"

"کک... کیا آپ نے مجھے یہاں... ان کے بارے میں کچھ معلوم کرنے کے لیے بلایا ہے۔"

"ہاں! یہی بات ہے۔"

"نن... نہیں... نہیں۔"

"اوہو... کیا مصیبت ہے۔" انسپکٹر جمشید جھلا اٹھے۔

"جی... جی... کہاں ہے مصیبت۔" اکرام ہکلا اٹھا۔

"یہ لیڈی ذاکر ہے یا بھوت... جو اس کی تصویر دیکھتا ہے... سہم جاتا ہے... آخر یہ کیا ماجرا ہے۔"

"پہلے تو آپ بتائیں... آپ کیا چاہتے ہیں۔"

"میں نئے سرے سے اس کیس پر کام کروں گا۔"

"میں آپ کو اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔"

"لیکن بھئی... میں نے تم سے مشورہ تو مانگا ہی نہیں۔" انہوں نے آنکھیں نکالیں۔

اس حالت میں بھی ان سب کو ہنسی آ گئی... لیکن انسپکٹر جمشید اور اکرام کے چہروں پر ہنسی دور دور تک نظر نہ آئی۔

"اس صورت میں بھی میں آپ کو یہی مشورہ دوں گا۔"

"نہیں چاہیے بھئی... نہیں چاہیے۔"

"اچھی بات ہے... آپ کی مرضی... اب فرمائیے۔"

"تم لیڈی ذاکر کے بارے میں کیا جانتے ہو۔"

"وہ سر ذاکر کی بیوی تھیں... انہوں نے خودکشی کر لی تھی۔"

"سر ذاکر کون صاحب ہیں۔"

"ہمارے ملک کے اچھے بڑے آدمی کہ لوگ اندازہ بھی

نہیں لگا سکتے... بس یوں سمجھ لیں... ملک میں جو وہ چاہتے ہیں، وہ وہ
ہوتا ہے۔"

"کیا مطلب... کیا صدر صاحب کو بھی وہ ہدایات دیتے
ہیں۔" وہ چونک گئے۔

"نہیں... میں نے یہ نہیں کہا... میرا مطلب ہے... اپنے
تمام معاملات میں جو وہ چاہتے ہیں، وہ کرتے ہیں... حکومت تک ان
کے معاملات میں دخل نہیں دیتی... مثلاً کوئی انکم ٹیکس آفیسر ان کے
حسابات چیک کرنے نہیں جاتا، اسی طرح دوسرے معاملات ہیں۔"

"میں سمجھ گیا... لیکن تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو کہ یہ کیس خود
کشی کا تھا۔"

"میں کیا... میری بساط کیا... یعنی کیا پدی... کیا پدی کا
شوربا۔" اکرام بولا۔

"واہ انکل... ہمارے بھی کان کاٹنے لگے۔"

"ننن... نہیں... نہیں تو۔" اس نے بوکھلا کر کہا۔

"ہاں تو بتاؤ۔"

"میں کچھ نہیں جانتا سر... ہم جیسوں کو تو لاش کے نزدیک
تک نہیں جانے دیا گیا تھا... آئی جی صاحب سے نیچے کے افسر اندر
نہیں گئے تھے۔"

"لو یار... اندر کے علاوہ تم وہ بتاؤ جو تم نے باہر رہ کر معلوم
کیا تھا... یہ ہو نہیں سکتا کہ تم نے کچھ معلوم کرنے کی کوشش نہ کی

ہو... ہم ان دنوں ملک میں تھے نہیں... ورنہ خود معلوم کرتے۔"

"کچھ معلوم نہیں ہو سکا تھا... کسی کو بھی... معاملے کو حد
درجے خفیہ رکھا گیا تھا۔"

"ہوں اچھا... خیر... تم جا سکتے ہو۔"

"جی... کیا فرمایا۔"

"میں نے کہا ہے... تم جا سکتے ہو... بھئی جب تم کچھ
بتا ہی نہیں سکتے... تو تمہارا اچار ڈالوں۔"

"اوکے سر... شکریہ سر۔"

اس نے خوش ہو کر کہا اور اٹھ کر باہر جانے لگا۔

"یہ... یہ کیا اکرام۔" انسپکٹر جمشید نے حیران رہ گئے۔

"کیا ہوا سر۔"

"تم تو خوش ہو گئے۔"

"یس سر... آپ نے مجھے جانے کی اجازت دی... تو یہ
خوشی مجھ سے برداشت نہ ہو سکی۔"

"حد ہو گئی... آپ سن رہے ہیں۔" انہوں نے پروفیسر
داؤد اور خان رحمان کی طرف دیکھا۔

"یار جمشید... سن رہے ہیں... اور دیکھ بھی رہے ہیں...
میرا خیال ہے... اب تم بھی لیڈی ذاکر کا خیال دل سے نکال دو...
اس لیے جمشید... کہ ان سب کو معلوم ہے... لیڈی ذاکر کا قتل خود
سر ذاکر نے کیا تھا... اس لیے سب لوگ اس معاملے پر پردہ ڈالا

چاہتے ہیں... لہٰذا تم بھی خاموش ہو جاؤ... چپ سادھ لو۔"

"نن... نہیں نہیں۔" اکرام خوف زدہ انداز میں چلایا...

پھر وہ واپس لوٹ آیا اور دھم سے کرسی میں گر گیا جیسے اس میں جان نہ رہ گئی ہو۔

☆...☆...☆

...وہ بھی آرہے ہیں

اکرام چند لمحات تک لمبے لمبے سانس لیتا رہا... یوں لگ رہا تھا جیسے وہ میلوں دور سے دوڑ کر آیا ہو... آخر اس کے ہونٹ ہلے:

"پروفیسر صاحب نے سو فیصد درست بات کہہ دی... میں اس میں صرف اتنا اضافہ کر سکتا ہوں کہ آپ ان دنوں ملک سے باہر کسی مہم میں پھنسے ہوئے تھے... لہٰذا آپ کی عدم موجودگی میں یہ معاملہ برابر ہو گیا... جب آپ آئے ہوں گے تو آپ نے زیادہ سے زیادہ کسی سے یہ سنا ہو گا کہ لیڈی ڈاکٹر نے خودکشی کر لی... اور بس... لیکن..." وہ کہتے کہتے رک گیا۔

"لیکن کیا اکرام..." انسپکٹر جمشید بے چین تھے۔

"ہم سب کو... یعنی آپ سے متعلق لوگوں کو بلا کر بہت سختی سے یہ ہدایت دی گئی تھی کہ ہرگز ہرگز آپ کو یہ بات معلوم نہ ہو... اس بات کی ہوا تک نہ لگے... اس لیے کہ ملک میں بس آپ ہی ایماندار آدمی ہیں... جو اس بات کو کسی طرح قبول نہیں کر سکتے... آپ ضرور بالضرور مجرم کو سزا دلوا کر رہیں گے... اور اس طرح پورے ملک میں ہلچل مچ جائے گی... ایک بھونچال آجائے گا...

اس لیے کہ سرڈاکر کے ساتھ ساتھ ملک کے عوام کا ایک بہت بڑا
حصہ ہے... اور بھی کئی خرابیاں اس طرح پیدا ہوں گی... اس لیے
فیصلہ کیا گیا تھا کہ آپ کو ہوا تک نہ لگے... لیکن پھر بھی آج تین ماہ
بعد آخر کار آپ کو پتا چل گیا۔"

"ہاں! چل گیا... اب بات سمجھ میں آئی... پائلٹ یونس
کریم کو وہ آواز کیوں سنائی دی تھی... پھر ہم نے وہ آواز کیسے سن لی...
جب کہ اربوں آوازیں خلا میں محفوظ ہیں اور ازل سے محفوظ چلی
آرہی ہیں... پھر ہم نے صرف یہی جملہ کیوں سنا۔"

"آپ کی یہ باتیں میری سمجھ میں نہیں آئیں سر۔"

"میں بتاتا ہوں اکرام... اس لیے بتاتا ہوں کہ تم جان لو...
ہم مجبور ہیں... اگر اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ قاتل پکڑا جائے... تو میں
اور تم کون ہوتے ہیں... اسے بچانے والے... اور کس طرح بچا سکتے
ہیں۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں... پہلے تو آپ مجھے بتائیں... پھر میں
آپ کو کچھ بتاؤں گا۔"

"ہوں اچھا۔" انھوں نے کہا جہاز والا معاملہ اسے سنا دیا۔

اکرام کا منہ مارے حیرت کے کھل گیا... کتنے ہی لمحے تک
دم بخود بیٹھا رہا... پھر اس نے کہا:

"اس کا تو یہی مطلب ہے... کہ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتے...
قاتل اس زمین میں دندناتا رہے۔"

"ہاں اکرام... بالکل یہی بات ہے... ورنہ ہم نے وہی ایک
بات کیوں سنی۔"

"ٹھیک ہے سر... تین ماہ پہلے... لیڈی ڈاکر اپنے بستر پر
مردہ پائی گئی... اس رات سرڈاکر محل میں نہیں تھے... صدر صاحب
نے بیان دیا تھا کہ وہ ان کے ساتھ تمام رات ایوان صدر میں رہے...
انھیں ملکی معاملات پر آپس میں بات چیت کرتے ہوئے دیر ہو گئی
تھی... لہٰذا وہ صبح ہونے پر ہی اپنے محل گئے تھے... وہاں جاتے ہی
انھیں پتا چلا کہ ان کی بیگم نے خودکشی کر لی ہے... ان پر تو گویا بجلی
گری۔" اکرام کہتا چلا جا رہا تھا کہ انسپکٹر جمشید نے اسے ٹوک دیا:

"یہ سب باتیں تو ہم اخبارات میں پڑھ چکے ہیں اکرام...
ہمیں تو وہ بات بتاؤ جو اخبارات میں نہ آسکی ہو۔"

"جی ہاں! میں اسی طرف آرہا ہوں... سننے میں آیا ہے کہ
اسی وقت سرڈاکر واپس ایوان صدر پہنچ گئے اور صدر صاحب کو
ساری بات بتائی... صدر صاحب نے فوراً آئی جی صاحب سے رابطہ کیا
اور انھیں ہدایات دیں... لاش کا معائنہ کیا گیا... ڈاکٹر نے زہر کی
رپورٹ دی... سول ہسپتال کے میڈیکل سپرنٹنڈنٹ نے بیان دیا کہ
ایک روز پہلے یہاں لیڈی ڈاکر ہسپتال کا معائنہ کرنے آئی تھیں... وہ
سوشل ورکر بھی تھیں... اور ہسپتال کو بہت بڑے بڑے چندے بھی دیا
کرتی تھیں... اس روز انھوں نے خاص طور پر ہسپتال کا معائنہ کیا اور
زیادہ توجہ دواؤں والے حصے پر دی تھی... وہ ہسپتال کی دواؤں کے

بارے میں پوچھتی رہیں... انہوں نے خاص طور پر زہر کے بارے
میں معلومات حاصل کیں... ایم ایس انھیں زہر کی شیشیاں اٹھا اٹھا کر
دکھاتے رہے... اور ان کے فوائد کے بارے میں بتاتے رہے... ان کا
بیان یہ ہے کہ ان کے جانے کے بعد انہوں نے زہر کی ایک شیشی
غائب پائی... اس بارے میں انہوں نے فوراً لیڈی ڈاکٹر کو فون کیا...
لیکن... انہوں نے فوراً انکار کر دیا... کہ ان کی کوئی شیشی وہ وہاں سے
اٹھا کر لائی ہیں... لہٰذا ایم ایس صاحب نے پولیس اسٹیشن میں فوراً
زہر کی گمشدگی کے بارے میں رپورٹ درج کرائی... بعد میں وہی
شیشی ان کے بستر پر سے ملی... وہ ان کے بدن کے نیچے دبی ہوئی ملی
تھی... لہٰذا آئینے کی طرح یہ بات واضح ہو گئی کہ یہ معاملہ مکمل طور پر
خودکشی کا ہے... اور لیڈی ڈاکٹر پہلے ہی اپنی زندگی ختم کرنے کا فیصلہ
کر چکی تھیں... انہوں نے ایسا کیوں کیا... اس بارے میں کسی کو کچھ
معلوم نہیں ہو سکا..." یہاں تک کہہ کر اکرام خاموش ہو گیا۔

"ہوں! افسوس... میں اس وقت یہاں نہیں تھا... خیر...
پروفیسر صاحب... اب کیا کرنا ہے... اس میں شک نہیں کہ لیڈی
ڈاکٹر کو زہر دے کر ہلاک کیا گیا تھا... سوال یہ ہے کہ ہم قاتل کا پتا
کیسے چلائیں۔"

"میں نے کہا تھا جمشید... یہ ترکیب میں سوچ چکا ہوں۔"

"اسی لیے تو میں آپ سے پوچھ رہا ہوں۔" وہ مسکرائے۔

"اکرام کو بھیج دو جمشید۔"

"اکرام کی پروا نہ کریں... جو بات اسے معلوم ہے... وہ
کسی کو نہیں بتا سکتا۔"

"اچھی بات ہے... میرے ایک دوست ہیں... گہرے
دوست... اس دوست سے سوداگر کی بہت زیادہ دوستی ہے، گہرے
تعلقات ہیں۔"

"تب پھر؟"

"محمود، فاروق اور فرزانہ وہاں اس دوست کے بچوں کے
میک اپ میں جا سکتے ہیں۔"

اس کے لیے تو انہیں پہلے ان کے طور طریقے اور انداز
وغیرہ سیکھنے ہوں گے... کیونکہ وہاں ان بچوں کا آنا جانا ہے۔"

"ہاں! یہ بات تو ہے... لیکن یہ اس کام میں کتنا عرصہ
لگا لیں گے... زیادہ سے زیادہ ایک دو دن... میں انہیں وہاں لے جاتا
ہوں... ان سے بات کرتا ہوں... پھر یہ وہاں رہیں گے۔"

"نہیں پروفیسر صاحب... ہم اس معاملے میں چھپ کر وار
نہیں کریں گے... سامنے سے وار کریں گے۔"

"تب پھر جمشید... تمہارے راستے میں رکاوٹیں ہی رکاوٹیں
ہوں گی۔"

"کوئی پروا نہیں۔"

"جیسے تمہاری مرضی... ہم تمہارے ساتھ ہیں۔"

"اکرام... اب تم دفتر چلے جاؤ... یہاں ہونے والی باتوں

کے بارے میں اگر آئی جی صاحب وغیرہ پوچھیں... تو انہیں بتا دینا کہ
میرا یہ پروگرام ہے۔"

"کیا غضب کر رہے ہو جمشید..." خان رحمان گھبرا گئے۔

"دیکھو خان رحمان... اس بارے میں تم کچھ نہیں کہو گے..
پروفیسر صاحب آپ بھی کچھ نہیں بولیں گے... نہ یہ تینوں کوئی بات
کریں گے... جو میں کہوں گا... جو میں چاہوں گا... بس وہ کیا جائے
گا... اگر یہ بات منظور نہیں.... تو آپ سب اسی لمحے مجھ سے الگ
ہو جائیں... پھر میں ان شاء اللہ اس سلسلے میں اکیلا کام کروں گا۔"

"یہ تم نے کیا کہہ دیا جمشید.. ہم اور تمہارا ساتھ چھوڑ دیں،
ناممکن۔"

"تب پھر تیار رہیں... ہمیں ہر حال میں اس کیس پر کام کرنا
ہے۔"

"تب پھر سر... فوری طور پر معطلی کا پروانہ آپ کو ملے گا۔"
اکرام مسکرایا۔

"لو... مجھے اس کی کوئی پروا نہیں.. کیا تم بھول گئے اکرام..
اللہ تعالیٰ نے ہوائی آوازوں کے ذریعے ہمیں کیا پیغام دیا ہے...
صرف اور صرف یہ کہ قاتل گرفتار ہونا چاہیے اور بس۔"

"سوری سر... واقعی میں ہوائی بات بھول گیا تھا۔" اکرام
نے بوکھلا کر کہا۔

"یہ... یہ آپ نے کیا کہا ابا جان... ہوائی آواز... ارے

باپ رے... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔"

"اس میں شک نہیں... یہ ایک اچھا نام ہے۔" انسپکٹر جمشید
بھی مسکرا دیے۔

"تب پھر... میرے لیے کیا حکم ہے۔"

"بس جاؤ... کسی سے کوئی بات چھپانے کی ضرورت نہیں..
جونہی تم دفتر پہنچو گے... آئی جی صاحب تمہیں بلوائیں گے۔"

"جی... کیا واقعی۔"

"ہاں! اس لیے کہ ہماری نگرانی اب خفیہ اداروں سے کرائی
جا رہی ہے۔"

"ارے باپ رے... مارا گیا پھر تو میں۔"

"نہیں مارے جائیں گے... فکر نہ کریں انکل۔" محمود
مسکرایا۔

"اچھا تو میں چلتا ہوں۔"

"ہاں ضرور... اور کوئی فکر کرنے کی واقعی کوئی ضرورت
نہیں ہے۔"

"سر! میں اپنے لیے نہیں... آپ کے لیے فکر مند ہوں۔"

"تم میری بھی فکر نہ کرو۔"

"جی اچھا... شکریہ۔"

یہ کہہ کر اکرام وہاں سے نکلا... فوراً ہی اسے سادہ لباس
والوں نے گھیر لیا۔

"آپ کو ہمارے ساتھ چلنا ہے۔"

"کہاں۔" اکرام نے پرسکون انداز میں کہا۔

"آئی جی صاحب کے پاس۔"

"میں خود ہی دفتر جا رہا تھا۔"

"نہیں... ہم لے کر جائیں گے۔"

"چلئے پھر۔" اس نے کندھے اچکائے۔

وہ اسے سیدھا آئی جی صاحب کے پاس لے آئے... انہوں نے سرد اور تیز انداز میں اس کی طرف دیکھا... پھر بولے:

"ہاں تو جمشید نے کیا پروگرام بنایا ہے... اور دیکھو اکرام... کوئی بات چھپاؤ گے تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔"

"مگر یہ سر... ان کا پروگرام لیڈی ڈاکٹر کے کیس پر نئے سرے سے کام کرنے کا ہے۔"

"میرے منع کرنے کے باوجود۔" انہوں نے اسے گھورا۔

"ہاں سر... پروفیسر صاحب... خان رحمان صاحب اور خود میں نے بھی انہیں سمجھانے کی کوشش کی ہے... لیکن وہ نہیں مانتے... ان کا کہنا ہے کہ دنیا ادھر کی ادھر ہو جائے... وہ اس کیس کی تفتیش کر کے رہیں گے۔"

"اوہو اچھا... جمشید خود کو اس قدر بڑا خیال کرنے لگا ہے۔"

یہ کہہ کر انہوں نے میز کی دراز سے ایک کاغذ نکالا... اس پر دستخط کیے اور گھنٹی بجائی... چپراسی فوراً اندر داخل ہوا:

"یہ کاغذ اسی وقت انسپکٹر جمشید کے پاس لے جاؤ... وہ اس وقت گھر میں ہیں... اس پر ان سے دستخط کرا لاؤ... اوپر والا کاغذ انہیں دے آنا۔"

"یس سر۔" اس نے فوراً کہا... ایک نظر اکرام پر ڈالی اور پھر واپس مڑ گیا...

"یہ کیا سر۔"

"انسپکٹر جمشید کی معطلی کا حکم۔"

"ایسا نہ کریں سر... اس سے الٹا نقصان ہوگا۔"

"مثلاً... کیا نقصان ہوگا... ذرا سنانا۔" آئی جی صاحب نے برا سا منہ بنایا۔

"انسپکٹر جمشید اب نہیں رکیں گے سر... ہم جانتے ہیں... آپ بھی جانتے ہیں... لہٰذا انہیں اپنا کام کرنے دیں... اگر وہ سر ڈاکٹر کے خلاف کوئی بات ثابت کرنے میں کامیاب ہو گئے... تب وہ کیا کریں گے... سزا تو عدالتیں سناتی ہیں۔"

"اس طرح معاملہ اخبارات میں آئے گا... سر ڈاکٹر بدنام ہوں گے۔"

"تب پھر آپ انہیں کس طرح روک سکتے ہیں، وہ ایک وکیل بھی ہیں... بلکہ بہت اچھے وکیل... جیسے ہی وہ ملازمت میں نہیں رہ جائیں گے... تو وہ وکالت شروع کر دیں گے۔" اکرام نے سوچ سمجھ کر کہا۔

"تو پھر... کرتے رہیں وکالت... روک کون رہا ہے۔"

"آپ نے غور نہیں کیا سر۔" اکرام مسکرایا۔

"کیا غور نہیں کیا۔" آئی جی صاحب نے برا سا منہ بنایا۔

"فرض کیا... وہ لیڈی ڈاکٹر کے کسی قریبی رشتے دار کا عدالت میں یہ بیان دلوا دیں کہ ہماری بچی کو زہر دے کر قتل کیا گیا ہے... اس نے خودکشی نہیں کی... تو کیا ہو گا۔"

"اُن نہیں۔" آئی جی اچھلے۔

چند لمحے تک وہ سکتے کے عالم میں بیٹھے رہے... ادھر اکرام کا برا حال تھا... یہ بات اس کے منہ سے یونہی نکل گئی تھی... اور اچانک اس نے محسوس کیا تھا کہ یہ ان کے لیے بہت کام کی بات ہے.. اب وہ فوراً یہاں سے نکلنا چاہتا تھا... تاکہ انسپکٹر جمشید کو اس راستے کی طرف اشارہ دے سکیں... ایسے میں آئی جی صاحب نے کہا:

"شکریہ اکرام... بہت اچھا خیال دلایا... اب ہم انسپکٹر جمشید کو ساتھ میں گرفتار بھی کریں گے... میں ان کی گرفتاری کے وارنٹ جاری کر رہا ہوں۔"

"ایک منٹ سر... کیا آپ محمود، فاروق اور فرزانہ کو بھی گرفتار کریں گے۔"

"نہیں... انہیں میں کس قانون کے تحت گرفتار کر سکتا ہوں بھلا۔"

"قانون تو انسپکٹر جمشید کو گرفتار کرنے کی اجازت بھی نہیں

دے رہا سر۔" اکرام نے کہا۔

"دیتا ہے... نقص امن کے تحت۔" آئی جی صاحب شوخ انداز میں مسکرائے۔

"نہیں... نہیں۔" اکرام نے بوکھلا کر کہا۔

"اب تم جاؤ۔" انہوں نے برا سا منہ بنایا۔

اکرام فوراً اٹھا اور دفتر سے نکل آیا... فوری طور پر اپنی جیپ میں بیٹھا اور روانہ ہو گیا... راستے میں اس نے موبائل پر ان کے نمبر ڈائل کیے اور آئی جی صاحب کے ارادوں سے انہیں باخبر کیا۔

"یہ تم اپنے حق میں اچھا نہیں کر رہے... اب وہ میرے ساتھ تمہیں بھی معطل کریں گے... تمہارا یہ پیغام جو میرے لیے ہے، انہوں نے بھی سن لیا ہو گا اور اب تمہیں حاضری کا حکم ملنے والا ہے۔"

"مجھے اس کی پروا نہیں ہے سر... ان حالات میں ملازمت کر کے کیا کروں گا۔"

"نہیں اکرام... تمہیں ضرورت ہے... تم ہمارے لیے ملازمت پر زیادہ مفید ہو۔"

"اوہ... اوہ۔" اس کے منہ سے نکلا۔

"لہٰذا تم فوراً آئی جی صاحب سے معافی مانگ لینا اور وعدہ کر لینا... کہ اب تم مجھ سے کوئی رابطہ نہیں کرو گے۔"

"یہ وعدہ میں کس طرح کر سکتا ہوں بھلا۔"

"بھئی تم ہم سے رابطہ نہ کرنا، ہم کر لیں گے۔" وہ ہنسے۔

"وہ... ہاں... واقعی... شکریہ سر۔"

عین اس وقت اس کی جیپ کے ساتھ ایک جیپ دوڑنے لگی...

"سب انسپکٹر اکرام... آپ کو آئی جی صاحب کے سامنے پیش ہونا ہے۔"

"بہت بہتر سر۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

پھر وہ اسے دفتر لے آئے... اس نے فوراً آئی جی صاحب کے کمرے کا رخ کیا۔ انہوں نے خونخوار نظروں سے اسے دیکھا:

"تم بھی معطل ہو... یہ لو آرڈر۔"

اکرام کا جی چاہا... آرڈر ان سے لے اور باہر نکل جائے... لیکن پھر فوراً اسے انسپکٹر جمشید کی ہدایت یاد آ گئی۔

"نہیں سر... نہیں... ایسا نہ کریں۔"

"تم نے میری ہدایات کے باوجود انسپکٹر جمشید کو رپورٹ دی۔"

"غلطی ہو گئی سر... آئندہ ایسی کوئی غلطی نہیں کروں گا... نہ ان سے کوئی رابطہ کروں گا۔" اس نے فوراً کہا۔

"تم اور رابطہ نہیں کرو گے۔"

"ہاں! سر... میں وعدہ کرتا ہوں۔"

"اور اگر تم جھوٹے ثابت ہو گئے۔"

"تو جو چور کی سزا وہ میری۔"

"جاؤ منظور... لیکن میں یہ آخری بار کہہ رہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے سر، آپ کو اب شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔"

"بہت خوب!" وہ مسکرا دیے... اور اسے جانے کی اجازت دے دی۔

اکرام نے سکون کا سانس لیا... دل میں مسکرایا بھی... جلد ہی اس کے فون کی گھنٹی بجی... اس نے دھک دھک کرتے دل کے ساتھ ریسیور اٹھا لیا۔

"السلام علیکم اکرام... کہو بھئی کیا رہا۔"

"میں اب آپ سے کوئی بات نہیں کروں گا سر۔" اس نے فوراً کہا۔

"اکرام... مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی۔" انسپکٹر جمشید کی آواز سنائی دی۔

"تو اب امید لگا لیں مجھ سے... مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا سر۔"

"سمجھ گیا... میرے مقابلے میں تم نے آئی جی صاحب کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا ہے۔"

"مرتا کیا نہ کرتا... سر۔" اس نے کہا۔

"اچھا اکرام۔"

انہوں نے فون بند کر دیا... جلد ہی آئی جی صاحب کی آواز

سنائی دی۔

"بہت خوب اکرام... یہ ہوئی نا بات... اب انسپکٹر جمشید کی ہر بات مجھ سے کرنا۔" وہ بولے۔

"ٹھیک ہے سر... ایسا ہی کروں گا۔"

ایسے میں انسپکٹر جمشید کے دروازے پر دستک دی گئی... محمود نے دروازہ کھولا تو وہاں آئی جی صاحب کا چپراسی موجود تھا۔

"آہا... عرفان بابا... یہ آپ ہیں۔"

"ہاں! لیکن میں آپ لوگوں کیلئے کوئی اچھی خبر نہیں لایا۔"

"معطلی کی خبر تو لائے ہیں نا۔" وہ مسکرایا۔

"اوہ... تو آپ کو پہلے ہی معلوم تھا۔"

"ہاں! پتا ہے... اب ہمارے ساتھ جو ہونا ہے۔"

"یہ لیں پھر کرا دیں دستخط... جب آپ لوگ پہلے ہی تیار بیٹھے ہیں۔"

"ضرور... کیوں نہیں۔"

محمود کاغذ لے کر اندر آیا... انہوں نے دستخط کر دیے... چپراسی نے کاغذ لیا... ایک نظر اس پر ڈالی... پھر بولا:

"آپ لوگوں کو آخر اس میں کیا مزا آتا ہے... جو حکومت کہے وہ کر لیا کریں... جس سے حکومت روکے... رک جایا کریں۔"

"ہم سے دراصل اپنے ضمیر کا سودا نہیں ہوتا۔"

"حد ہو گئی... اچھا... میں چلتا ہوں۔"

"اگر آپ جلدی میں نہیں ہیں... تو ایک کپ چائے پی جائیں۔"

"نہیں... پھر سہی۔"

"یہ ہماری درخواست ہے۔"

"اچھا خیر..." اس نے کہا۔

وہ اسے ڈرائنگ روم میں بٹھا کر چلا گیا... پھر چائے پلا کر رخصت کیا...

"خدا کا شکر ہے... اب ہم آزاد ہیں... اور میں وکیل ہونے کے ناطے اپنا کام کروں گا۔"

"آپ کو لیڈی ڈاکٹر کا کیس لڑنے کے لیے وکیل کون کرے گا... بھلا۔"

"پائلٹ یونس کریم۔"

"جی... کیا مطلب... پائلٹ یونس کریم تو لیڈی ڈاکٹر کے کچھ بھی نہیں لگتے۔"

"نہ لگیں... ایک ذمے دار شہری ہونے کے ناطے... وہ اس کیس کو عدالت تک لے جانا چاہتے ہیں... جیسے... عدالت کی کوئی توہین کر دے تو کوئی شہری بھی اس کیس کو عدالت لے جا سکتا ہے... یہاں بھی عدالت کی توہین ہوئی ہے۔"

"وہ... وہ کیسے؟"

"قتل کے ایک کیس کو خودکشی کا رنگ دیا گیا ہے... اور

عدالت میں پیش کیے بغیر معاملہ جو ختم کر دیا گیا ہے۔"

"وہ تو اس لیے ابا جان کہ اس کیس کا کوئی مدعی نہیں تھا.... یعنی دعویٰ کرنے والا نہیں تھا۔"

"لیکن اب یونس کریم مقدمہ دائر کرے گا۔"

"کس کے خلاف۔" خان رحمان بول اٹھے۔

"سرداکر کے خلاف۔"

"کیا آپ کو یقین ہے... یہ قتل انہوں نے کیا ہے۔"

"یہ مجھے نہیں معلوم... کہ قتل کس نے کیا ہے... یہ معلوم ہے کہ انہوں نے خودکشی نہیں کی۔"

"کیا اس کیس کو عدالت سننے کا فیصلہ کرے گی۔"

"ہاں! کیوں نہیں۔"

"لیکن یونس کریم کیوں آپ کی بات ماننے لگا۔"

"وہ ضرور ایسا کریں گے... ان کا ضمیر زندہ ہے۔"

یہ کہہ کر انہوں نے فون پر یونس کریم کے نمبر ملائے... جلد ہی ان کی آواز سنائی دی۔

"یونس کریم بات کر رہا ہوں۔"

"اور میں انسپکٹر جمشید ہوں۔"

"فرمایئے... کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

"آپ سے بہت ضروری کام ہے... اور فوری نوعیت کا... کیا آپ کسی اور سے ملنے سے پہلے پہلے مجھ سے ملاقات کر سکتے ہیں...

آپ نہیں تو میں آپ کے پاس خود آجاتا ہوں۔"

"تب پھر آجائیں... میں اس وقت فارغ ہوں۔"

وہ اسی وقت خان رحمان کی گاڑی پر ان کی کوٹھی پہنچ گئے... وہ ان کا انتظار کر رہے تھے... انہیں دیکھتے ہی بولے:

"دو مرتبہ آئی جی صاحب فون کر چکے ہیں۔"

"اوہو اچھا۔" ان کے منہ سے نکلا۔

"جی ہاں! انہوں نے فون پر کہا تھا کہ آپ سے ملاقات کرنے سے پہلے میں ان سے بات کر لوں... لیکن میں نے ان سے کہہ دیا کہ میں آپ سے وعدہ کر چکا ہوں... لہٰذا اب پہلے آپ ہی سے ملاقات کروں گا۔"

"شکریہ... پھر وہ کیا بولے۔"

"انہوں نے کہا تھا کہ وہ بھی آ رہے ہیں۔"

"کیا مطلب... وہ بھی یہاں آ رہے ہیں۔" انسپکٹر جمشید گھبرا گئے۔

"ہاں! لیکن آپ کیوں پریشان ہوتے ہیں... آپ ان کے آنے سے پہلے پہلے بتائیں... کیا بات ہے۔"

عین اس لمحے گھنٹی بجی... وہ زور سے اچھلے۔

☆...☆...☆

... موت کی آرزو

انھوں نے جلدی جلدی ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"میں چاہتا ہوں... آپ آئی جی صاحب سے پہلے میری بات سن لیں... اتنی دیر میں کوئی انھیں ڈرائنگ روم میں بٹھائے.."

"ٹھیک ہے... آپ میرے ساتھ آئیں۔"

وہ تیزی سے حرکت میں آگئے... یونس کریم نے اپنے چھوٹے بھائی کو دروازے کی طرف سمجھا کر بھیج دیا اور ان سے بولے:

"اب آپ بتائیں۔"

"میں چاہتا ہوں... آپ عدالت میں سرڈاکر پر مقدمہ کردیں.. وقت کم ہے، آپ بس اس وکالت نامے پر دستخط کردیں۔"

"یہ... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" وہ ہکلا اٹھے۔

"اگر آئی جی صاحب یہاں نہ آگئے ہوتے تو میں پوری وضاحت پہلے کرتا... کیا آپ کو مجھ پر اعتماد ہے۔"

"بالکل ہے۔"

"تو اس وکالت نامے پر دستخط کردیں۔"

"میرا وکیل کون ہوگا۔" اس نے گھبرا کر پوچھا۔

"میں..." وہ مسکرائے۔

"آپ اور وکیل؟"

"ہاں! میں ایک وکیل بھی ہوں... دیر نہ کریں۔"

"اسی وقت قدموں کی آواز سنائی دی... یونس کریم کا چھوٹا بھائی اندر داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر زلزلے کے سے آثار تھے۔

"وہ بہت پیچ و تاب کھا رہے ہیں... اس بات پر کہ ملاقات کا وقت دے کر آپ انھیں لیٹ کر رہے ہیں۔"

"لل... لائیے... دستخط کیے دیتا ہوں۔" اس نے گھبرا کر کہا۔

"شکریہ۔" وہ بولے اور فارم پر دستخط لے لیے۔

"اب آپ جائیں... ہم یہیں ہیں... فکر نہ کریں... بلکہ ہم ڈرائنگ روم کے دروازے پر موجود ہیں۔"

"اوہ اچھا... شکریہ بہت بہت۔" یونس کریم نے فوراً کہا اور ڈرائنگ روم کی طرف دوڑ لگادی۔ جونہی وہ اندر داخل ہوا... آئی جی صاحب گرج دار آواز میں بولے:

"یہ سب کیا ہے... آپ نے مجھ سے پہلے انسپکٹر جمشید صاحب سے بات کیوں کی۔"

"اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے سر... انھوں نے آنے سے پہلے مجھ سے ملاقات کا وقت لے لیا تھا۔"

"تو کیا ہوا... ان کے آنے پر آپ انھیں بٹھا دیتے اور

بتا دیتے کہ آپ پہلے مجھ سے بات کریں گے۔"

"اس بات کا تو فون پر انہوں نے مجھ سے وعدہ لیا تھا۔"

"کیا وعدہ لیا تھا۔" وہ پھاڑ کھانے والے انداز میں بولے۔

"یہ کہ ... کسی اور سے بات کرنے سے پہلے کیا میں ان سے بات کر سکتا ہوں... میں نے وعدہ کر لیا... آپ کا فون بعد میں آیا۔"

"خیر... یہ آپ نے اچھا نہیں کیا... اب میری بات سنیں.. انسپکٹر جمشید کو معطل کر دیا گیا ہے... لہٰذا آپ ان کی کوئی بات نہ سنیں، نہ کوئی بات مانیں... نہ ان کے کسی سوال کا جواب دیں۔"

"انہوں نے بتایا ہے... وہ ایک وکیل بھی ہیں..."

"تو پھر.. اس سے کیا ہوتا ہے۔"

"سر! وہ میری وکالت کرنا چاہتے ہیں... انہوں نے مجھ سے وکالت نامے پر دستخط لے لیے ہیں۔"

"کیا!!!" وہ چلا اٹھے۔

"جی ہاں سر... یہی بات ہے۔"

"جمشید ... تم دروازے پر موجود ہو نا ... اندر آجاؤ۔" انہوں نے گویا حکم دیا۔

"یس سر۔" ان کی آواز سنائی دی۔

اور پھر وہ اندر داخل ہوئے... آئی جی صاحب کا چہرہ سرخ نظر آیا۔

"میں نے تم سے کیا کہا تھا۔"

"جو بات میری فطرت کے خلاف ہو سر... وہ میں کیسے مان سکتا ہوں... لہٰذا میں نے معطل ہونا پسند کر لیا... اب میں ایک وکیل بھی ہوں... لہٰذا میں وکالت کے راستے مجرم کو عدالت میں طلب کروں گا۔"

"تمہارا دماغ خراب ہے... تم سرداکر کو عدالت میں بلاؤ گے۔"

"اگر عدالت سرداکر کو عدالت میں نہیں بلا سکتی تو پھر وہ عدالت کس کام کی۔"

"اچھی بات ہے جمشید... اب جب کہ تم آگ میں ہاتھ ڈال چکے ہو تو میں کیا کر سکتا ہوں... سرداکر کا بال بھی بیکا نہیں ہو سکتا... کیا عدالت بانہ نہیں ہو سکتی۔"

"ایسی کوشش ضرور ہو سکتی ہے۔" وہ مسکرائے۔

"اب کھلی جنگ شروع ہو گی۔" آئی جی صاحب یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"لیکن سر... مجھے حیرت ہے۔"

"کس بات پر؟"

"اس بات پر کہ سرداکر کی جنگ آپ کیوں لڑ رہے ہیں۔"

"تم ان کے بارے میں نہیں جانتے... وہ کیا ہیں۔"

"ملک کے سب سے بڑے دولت مند اور ملک کے کام آنے والے... لیکن کیا اس کا مطلب یہ ہے سر... کہ وہ ملک میں جیسے

چاہیں قتل کر دیں... یہ اختیار انہیں آپ نے دیا ہے... یا کسی نے۔"

"جمشید... منہ سنبھال کر بات کرو... کہیں میں تمہیں گرفتار نہ کرا دوں۔"

"اس سے بھی کچھ نہیں ہو گا سر... سرڈاکر کو عدالت میں پھر بھی آنا ہو گا۔"

"افسوس..." آئی جی صاحب صابن کی جھاگ کی طرح بیٹھ گئے... ان کے چہرے پر غصے کی جگہ رنج اور غم نے لے لی۔

"کیا ہوا سر۔" انسپکٹر جمشید نے گھبرا کر کہا۔

"کچھ نہیں ہوا... تم کیوں گھبرا گئے۔"

"آخر آپ ہمارے ملک کے آئی جی ہیں... ہمارا بہت گہرا اور پرانا تعلق ہے... آپ کو مجھ سے بہت محبت ہے... مجھے آپ سے بہت محبت ہے... لیکن میں اپنے اصول کو محبت کی خاطر توڑ نہیں سکتا... اسے آپ میری کمزوری کہہ لیں... یا جو بھی آپ سمجھ لیں۔"

"مجھے کچھ نہیں معلوم... بھاڑ میں گئی تمہاری محبت... اب میں تمہیں دیکھ لوں گا۔"

یہ کہہ کر وہ تلملا کر اٹھے اور باہر نکل گئے... وہ ہکا بکا سے کھڑے رہ گئے۔ یونس کریم کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا تو دوسرا جا رہا تھا۔

"اب... اب کیا ہو گا۔"

"آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں... یونس کریم

صاحب... آپ اس بات پر غور کیوں نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ اس قتل کو لوگوں کے سامنے لانا چاہتے ہیں... شاید لیڈی ڈاکر بہت نیک عورت تھیں... ان کے بارے میں مجھے معلوم کرنا پڑے گا... ایک منٹ۔"

یہ کہہ کر انہوں نے خفیہ فورس کے ایک رکن کو فون پر ہدایات دیں۔

"سنو... اور غور سے سنو... پتا لگاؤ... سرڈاکر کے گھر کتنے ملازم کام کرتے ہیں... ان میں سے کسی پرانے ملازم سے ملاقات کرو... فوری طور پر رپورٹ چاہتا ہوں... ملازم سے صرف یہ معلوم کرنا ہے... لیڈی ڈاکر کیسی عورت تھیں... مکمل ترین معلومات درکار ہیں۔"

"یس... آدھ گھنٹے بعد فون کر سکوں گا۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"کیا اس سے کم وقت میں نہیں ہو سکتا یہ کام۔"

"کوشش کروں گا سر۔"

"شکریہ۔" وہ مسکرائے۔

فون بند کر کے وہ یونس کریم کی طرف مڑے:

"اب ہم چلتے ہیں... آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔"

"اب میں پریشان نہیں ہوں... میں تو صرف آئی جی

صاحب کی موجودگی کی وجہ سے پریشان ہو گیا تھا۔"

"شکریہ! آپ بہت اچھے ہیں۔"

"میں ہر خدمت کے لیے تیار ہوں۔" یونس کریم مسکرا دیا اور وہ باہر نکل آئے۔

وہ وہاں سے گھر پہنچے۔ ایسے میں ان کے موبائل کی گھنٹی بجی۔ انہوں نے فون آن کیا تو اسی کارکن کی آواز سنائی دی۔

"سر... میں اسے اٹھا کر لے آیا ہوں۔"

"یہ کیا کیا۔"

"اس کے بغیر کام نہیں چل سکتا تھا سر... ان سب کی زبان بند کر دی گئی ہے۔"

"اوہ... تو پھر اسے ٹھکانہ نمبر تین پر لے آؤ... ہم وہیں آ رہے ہیں۔"

"میں پہلے ہی اس طرف کا رخ کر چکا ہوں... اور صرف دس منٹ بعد وہاں موجود ہوں گا۔"

"کسی نے تمہیں اغوا کرتے دیکھا تو نہیں۔"

"نہیں سر... یہ صاحب کچھ سامان خریدنے نکلے تھے... میں نے کار پر لفٹ دینے کی پیش کش کی... تو خوش ہو گئے... میں نے فوراً کار کے شیشے بند کر دیے اور ان سے لیڈی ڈاکٹر کے بارے میں سوالات شروع کیے تو انہوں نے ہونٹ بند کر لیے... صرف اتنا کہا کہ ان کے منہ بالکل بند کر دیے گئے ہیں... لہٰذا میں نے اس کی کن

پٹی پر ایک ہلکا سا ہاتھ رسید کر دیا اور یہ بے ہوش ہو گئے۔"

"خیر... ٹھیک ہوا... ہم آ رہے ہیں۔"

وہ فوراً خفیہ ٹھکانہ نمبر تین پہنچے... ملازم ہوش میں آ چکا تھا، اور ان سب کو دیکھ کر وہ اور زیادہ خوف زدہ ہو گیا۔

"آپ کو ڈرنے اور گھبرانے کی ضرورت نہیں۔"

ایسے میں انسپکٹر جمشید کے موبائل کی گھنٹی بجی... انہوں نے فوراً فون بند کر دیا۔

"کوٹھی کے فون بھی آف کر دو... اگرچہ اس میں موجود فونز کے نمبر کسی کو نہیں معلوم۔"

"او کے سر۔" ٹھکانہ انچارج نے فوراً کہا۔

"ہاں تو میں کہہ رہا تھا... آپ کو گھبرانے کی بالکل ضرورت نہیں... آپ کو بحفاظت تمام کوٹھی کے پاس چھوڑ دیا جائے گا۔"

"لیکن میں آپ کے کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا۔"

"جن باتوں کے بتانے سے آپ کو روکا گیا ہے... وہ تو میں پوچھوں گا ہی نہیں۔"

"جی... کیا مطلب؟" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"مطلب یہ کہ... میں آپ سے صرف یہ پوچھتا ہوں... لیڈی ڈاکٹر نماز پڑھتی تھیں... غریبوں کی مدد کرتی تھیں۔"

"اوہ یہ باتیں... ہاں... یہ باتیں بتانے کے لیے کسی نے نہیں روکا۔" وہ خوش ہو گیا۔

"ہمیں تو پھر... ہمیں باتیں ہی وہ پوچھنا ہے... جن سے آپ کو کسی نے نہیں روکا۔"

"یہ تو بہت اچھی بات ہے... اتنی سی بات کے لیے آپ لوگ مجھے اس طرح کیوں لائے۔"

"ویسے تو کوئی ہمیں آپ سے ملنے نہ دیتا... آپ خود مان چکے ہیں... سب لوگوں کے ہونٹ بند کر دیے گئے ہیں۔"

"جی ہاں! یہ بات تو ہے۔" اس نے کہا۔

"آپ کا نام کیا ہے۔" انسپکٹر جمشید نے پیار بھرے انداز میں پوچھا۔

"جی... میں بشارت ہوں۔"

"لیڈی ڈاکٹر کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں... کیا بتا سکتے ہیں ہمیں۔"

"آپ پوچھیں..."

"نماز پڑھتی تھیں... روزہ رکھتی تھیں... اور دوسرے نیک کام کرتی تھیں۔"

"ان جیسی نیک عورت میں نے زندگی بھر نہیں دیکھی... لیکن پہلے وہ ایسی نہیں تھیں۔"

"کیا مطلب... پہلے وہ ایسی نہیں تھیں۔"

"مطلب ہے... غریبوں کی ہمدرد تو وہ پہلے بھی تھیں... لیکن پرہیزگار وہ بعد میں بنیں... بلکہ پہلے وہ نماز کے قریب بھی نہیں

جاتی تھیں... کبھی روزہ نہیں رکھتی تھیں... زکوٰۃ نہیں دیتی تھیں... انہوں نے کبھی حج پر جانے کے بارے میں سوچا بھی نہیں تھا... یوں سمجھ لیں کہ وہ ایک بے دین سی عورت تھیں... لیکن اچانک ان میں ایک حیرت انگیز تبدیلی آئی... اور وہ نیک بن گئیں... لیکن پھر فوراً انہوں نے خودکشی کر لی۔"

"فوراً سے آپ کی کیا مراد۔"

"نیک بن جانے کے صرف ایک سال بعد۔"

"اوہ اچھا... یہ اچانک تبدیلی ان میں آئی کیسے۔"

"ایک بار وہ کسی دعوت میں گئی تھیں... وہاں گھر کے افراد نے کوئی کیسٹ لگائی ہوئی تھی... کیسٹ میں کسی اللہ کے بزرگ کی تقریر تھی... وہ اس کو سننے لگیں... اس تقریر نے ان پر کچھ ایسا اثر کیا کہ گھر کے افراد سے ان بزرگ کے بارے میں پوچھا... وہ اسی شہر میں رہتے ہیں... وہ ان سے ملیں... اپنے بارے میں بتایا... پھر وہ اکثر ان کی باتیں سننے کے لیے جانے لگیں... اور اس طرح ان میں وہ حیرت انگیز تبدیلی آئی... ورنہ سر ڈاکٹر..." وہ کہتے کہتے رک گیا۔

"ہاں... ہاں... تمہیں... ڈرنے کی ضرورت نہیں۔"

"اب شاید میں اس گھر میں ملازم نہ رہ سکوں... وہ مجھے نکال دیں گے۔"

"آپ کی ملازمت کا بندوبست میرے ذمے۔"

"اوہ... کیا واقعی۔" وہ اچھل پڑا۔

"ہاں! اگر آپ پسند کریں تو ہمیں سے آپ کو دوسرے گھر بھیج دیا جائے گا۔"

"اس سے اچھی بات تو کوئی ہو ہی نہیں سکتی... لیکن وہ میرا سراغ لگا لیں گے... آپ سرڈاکر کو نہیں جانتے۔"

"وہ آپ کا سراغ بھی نہیں لگا سکیں گے... ہم آپ کا حلیہ تبدیل کر دیں گے۔"

"حلیہ۔" وہ چونکا۔

"ہاں! لیکن اصل مسئلہ آپ کے بیوی بچوں کا ہے۔"

"میں اکیلا ہوں۔"

"واہ... پھر تو کام آسان ہے... آپ کا حلیہ اسی وقت تبدیل کر دیا جائے گا اور اس طرح تبدیل کیا جائے گا کہ کوئی آپ کو پہچان نہیں سکے گا... اور آپ ایک اچھے گھر میں ملازم ہوں گے۔"

"یہ تو میری آرزو پوری ہو گئی... پرانی آرزو۔" اس نے خوش ہو کر کہا۔

"اب آپ کھل کر بتائیں... کیا لیڈی ڈاکر نے خود کشی کی تھی۔"

"ہرگز نہیں..."

"تب پھر۔"

"انہیں سرڈاکر نے زہر دیا تھا... اس روز ان دونوں میں خوب جھگڑا ہوا تھا... اتنا بڑا جھگڑا کہ تمام ملازم اس جھگڑے کو سن

رہے تھے... سرڈاکر ان سے کہہ رہے تھے۔ تمہیں یہ نماز روزہ وغیرہ چھوڑنا ہو گا... ہمارے گھر میں ان چیزوں کی کوئی جگہ نہیں... لیکن لیڈی ڈاکر نے ہر طرح سے انکار کر دیا... اور کہا... وہ اس محل سے جا سکتی ہیں... یہ کام نہیں چھوڑ سکتیں... اس پر سرڈاکر نے کہا... کہ وہ انہیں زہر دے کر مار دیں گے... لیڈی ڈاکر نے ہنس کر کہا کہ کوئی پروا نہیں... زہر دے دیں... اس پر انہوں نے کہا... لکھو تحریر کہ میں خود زہر پی رہی ہوں... کہنے لگیں... میں یہ تو نہیں لکھوں گی... آخر سرڈاکر نے تحریر کے ایک ماہر کو بلایا... لیڈی ڈاکر کے سامنے تحریر لکھوائی... سب اس تحریر کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے... کیوں کہ اس نے پوری طرح نقل کر کے رکھ دی تھی...

اب اس تحریر کو پڑھ کر سب یہی خیال کریں گے کہ تم نے خود کشی کی ہے، یہ کہتے ہوئے سرڈاکر ہنسے... لیڈی ڈاکر نے دکھ بھرے انداز میں کہا۔

'کوئی پروا نہیں... میرا مالک میرا انتقام خود لے گا۔'

'تمہارا مطلب ہے... تمہارا اللہ مجھ سے انتقام لے گا، یہ کہہ کر وہ ہنسا۔

'ہاں! بالکل لے گا۔'

'کیا پاگلوں جیسی باتیں کر رہی ہو... لو یہ زہر پی لو... ورنہ ہم زبردستی یہ تمہارے منہ میں انڈیل دیں گے۔

'میں جانتی ہوں... یہاں طاقت ور غنڈے ملازم ہیں... وہ

مجھے چت لٹا دیں گے اور یہ زہر میرے منہ میں ڈال دیں گے... لہٰذا میں خود ہی پی لیتی ہوں... لیکن اس دنیا میں بھی اور اگلی دنیا میں بھی... تمہیں اس قتل کا حساب دینا ہو گا۔'

'وہ میں دے لوں گا۔' سر ڈاکر ہنسا۔

اور پھر لیڈی ڈاکر نے زہر پی لیا... گرتے ہوئے انہوں نے کہا...

'تم نے... مجھے... لیڈی ڈاکر کو قتل کر دیا... اور لوگ خیال کریں گے، میں نے خودکشی کی ہے... افسوس... آہ میں مری... غر غر۔'

ان پر سکتہ طاری ہو گیا... یہ بالکل وہی الفاظ تھے... جو انہوں نے بادلوں میں سے سنے تھے... ایسے میں ملازم کی آنکھوں میں بے پناہ خوف دوڑ گیا۔

☆...☆...☆

... ایک کون

"کیا ہوا... آپ یکایک خوف زدہ کیوں ہو گئے۔"

"م... میں نے اپنے کپڑوں میں ایک بہت ہلکی سی آواز سنی ہے۔"

"کپڑوں میں آواز۔" فاروق گھبرا گیا۔

"خبردار یہ نہ کہنا... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔" محمود جھلا اٹھا۔

"اچھا... نہیں کہتا... گھبراؤ نہیں۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"یار چپ رہو..." انسپکٹر جمشید جھلا اٹھے۔

فرزانہ نے کان اس کے کپڑوں سے لگا دیے... پھر اس کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا...

"میں آواز سن رہی ہوں۔"

"پروفیسر صاحب... آپ ذرا چیک کریں۔"

انہوں نے فوراً ایک آلے سے کپڑے چیک کیے... اور پھر چلا اٹھے:

"جمشید... سر ڈاکر نے غالباً اپنے ہر ملازم کے کپڑوں میں

یہ آلہ سلوا رکھا ہے... غیر محسوس طور پر... اس آلے کی مدد سے وہ نہ صرف یہاں ہونے والی بات چیت سن چکے ہیں... بلکہ اس جگہ تک پہنچنے والے ہوں گے... کیونکہ یہ آلہ سمت بھی بتاتا ہے۔"

"نن... نہیں۔" ملازم مارے خوف کے چیخ پڑا۔

"سب سے پہلے ہمیں انہیں محفوظ مقام پر پہنچانا ہوگا... ہماری وجہ سے یہ کیوں مصیبت میں پڑیں۔" انسپکٹر جمشید نے کہا... پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر عمارت کی پچھلی طرف دوڑے۔

"کیا ہم یہیں ٹھہریں ابا جان۔" محمود نے بلند آواز میں کہا۔

"ہاں! اوپر چڑھ کر چاروں طرف کا جائزہ لو... آیئے عمارت صاحب۔" وہ بولے۔

"آپ... آپ مجھے کہاں لے جا رہے ہیں۔"

"ایک محفوظ جگہ... آپ فکر نہ کریں... ہم آپ کی حفاظت کریں گے۔"

"اور اگر آپ خود اپنی حفاظت نہ کر سکے..." وہ کھوئے کھوئے لہجے میں بولا۔

"اس صورت میں بھی ہم آپ کے لیے کچھ نہ کچھ ضرور کر گزریں گے۔"

"آپ کا مطلب ہے... فرار کے بعد۔"

"نہیں... مرنے سے پہلے... یعنی مرتے مرتے۔"

"اللہ اپنا رحم فرمائے..." وہ بولا۔

وہ اسے پچھلے دروازے پر لے آئے... جھک آگی سے باہر دیکھا اور سکتے میں آ گئے۔

"افسوس! وہ عمارت کے چاروں طرف موجود ہیں۔"

"کیا!!!" وہ چیخنے لگا تھا کہ انہوں نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"مہربانی فرما کر آواز منہ سے نہ نکالیں۔"

اب وہ باقی ساتھیوں کے پاس آئے... اسی وقت محمود اور فاروق اوپر سے نیچے آتے نظر آئے... ان کے چہرے ستے ہوئے تھے۔

"اس کے کپڑوں میں سلے ہوئے آلے کی مدد سے ان لوگوں نے اس قدر خفیہ ٹھکانے کا سراغ لگا لیا۔" ان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"پھر... اب کیا کریں۔"

"وہ مکمل طور پر گھیر چکے ہیں۔"

"ان کا مقابلہ ذرا بھی مشکل نہیں... لیکن میں ان میں سے ایک کو بھی ہلاک کرنا پسند نہیں کرتا... آخر یہ ہمارے ملک کی پولیس ہے۔"

"اس صورت میں یہ ہم لوگوں کو نہیں چھوڑیں گے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"دیکھتے ہیں بھئی۔"

پھر وہ چھت پر آئے اور منڈیر کی اوٹ میں خود کو رکھ کر بلند آواز میں بولے:

"آپ لوگ کون ہیں اور اس عمارت کو کیوں گھیر آگیا ہے۔"

"یہاں ایک آدمی کو اغوا کر کے لایا گیا ہے... وہ آدمی سر ذاکر کا ملازم ہے... ہمیں حکم ملا ہے... اس آدمی کو یہاں سے برآمد کرنا ہے... اغوا کرنے والوں کو گرفتار کرنا ہے... لہٰذا آپ لوگ خود کو پولیس کے حوالے کر دیں... اور اس آدمی کو ہمارے حوالے کر دیں... آپ لوگوں کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ اس کا نام عمارت ہے۔ آپ اسے اغوا کر کے لائے ہیں نا۔"

انسپکٹر جمشید چکرا کر رہ گئے... کیونکہ اس وقت وہ انسپکٹر نہیں تھے... کہ اس طرح اپنے خاص اختیارات کو کام میں لا کر کسی کو بلا سکتے۔

"آپ کہہ دیں... عمارت اپنی مرضی سے یہاں آیا ہے۔"

ایسے میں عمارت کی آواز ابھری۔

"ہاں... لیکن یہ جھوٹ ہو گا۔"

"تب پھر میں خود یہ کہہ دیتا ہوں۔"

"آپ کیا الفاظ کہیں گے۔" انہوں نے پوچھا۔

"یہ کہ یہاں مجھے اغوا کر کے نہیں لایا گیا۔"

"آپ بھول رہے ہیں... وہ یہاں ہونے والی گفتگو سن چکے

ہیں... نہ صرف سن چکے ہیں... گفتگو ریکارڈ بھی کر چکے ہیں۔"

"اوہ... اوہ..." وہ دھک سے رہ گیا۔

"خیر... آپ فکر نہ کریں... یہ بھی کیا یاد کریں۔"

"آپ اندر کی تلاشی لے سکتے ہیں... لیکن آپ میں سے کوئی تین اندر داخل ہوں گے۔"

"بہت خوب اسے ہوئی نا بات۔"

"یہ... یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔" عمارت گھبرا گیا۔

"فکر نہ کرو۔"

"جاؤ خان رحمان... دروازہ تھوڑا سا کھول کر تین آدمیوں کو اندر داخل ہونے دو۔"

"اور یہ... عمارت صاحب۔"

"میں ان کا ریڈی میڈ میک اپ کر رہا ہوں۔" انہوں نے دبی آواز میں کہا۔

"اوہ اچھا۔"

لیکن کیا ان لوگوں نے ہماری یہ بات چیت نہیں سنی ہو گی۔" فرزانہ نے فوراً کہا۔

"ہاں بالکل سنی ہو گی۔" خان رحمان بولے۔

"بس پھر... ہم سے بنیادی غلطی ہو چکی ہے... ہمیں چاہیے تھا... شروع سے ہی اشاروں میں بات کرتے۔" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"اب کیا کریں۔"

"ہم ان سب کو بھگا سکتے ہیں... لیکن اس طرح کئی مارے جائیں گے۔" پروفیسر بولے۔

"یہی تو رونا ہے... ہوتی نا... یہ کسی اور ملک کی پولیس... کشتوں کے پشتے لگا دیتے۔" محمود نے جھلا کر کہا۔

"سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں۔"

ایسے میں دروازے پر زوردار انداز میں دستک ہوئی...

"میں بات کرتا ہوں..." انہوں نے کہا اور نیچے اتر کر دروازے پر آگئے۔

"دروازے پر کتنے لوگ موجود ہیں۔"

"تین..." باہر سے کہا گیا۔

"آپ کے ساتھ کوئی مجسٹریٹ یا جج صاحب ہیں۔"

"نہیں۔"

"ایسے ہم دروازہ نہیں کھولیں گے... آپ کسی مجسٹریٹ یا جج صاحب کو ساتھ لے کر آئیں... ان کی موجودگی میں ہم بھارت صاحب کو آپ کے حوالے کریں گے... کیونکہ ان کی زندگی کو خطرہ ہے۔"

"کیا مطلب... کس کی زندگی کو خطرہ ہے۔"

"بھارت صاحب کی زندگی کو... اس لیے کہ انہوں نے ایک بہت خوفناک بیان دیا ہے۔"

"خوفناک بیان... کیا مطلب؟"

"ان کا بیان ہے... لیڈی ڈاکٹر نے خودکشی نہیں کی تھی... انہیں تو سرڈاکر نے قتل کیا تھا۔"

"کیا... نہیں... نہیں۔" باہر سے چیخ کر کہا گیا۔

"جی ہاں! ان حالات میں اگر ہم نے انہیں آپ کے حوالے کیا... تو سرڈاکر انہیں فوراً ختم کر دیں گے... اور ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے... ہم انہیں عدالت میں پیش کریں گے... آپ ہمیں ایسا کرنے نہیں دیں گے... لہٰذا یا تو آپ کسی جج کو یہاں لے آئیں... یا پھر واپس لوٹ جائیں۔"

"ایک منٹ... ہمیں سوچنے دیں۔"

"ہاں ضرور۔" انہوں نے کہا...

ایسے میں ان کی نظریں فرزانہ پر پڑیں... وہ موبائل پر جلدی جلدی کسی سے کچھ کہہ رہی تھی... انسپکٹر جمشید تیزی سے اس کی طرف لپکے۔

"یہ... یہ کیا فرزانہ... کسے فون کر رہی ہو۔"

"جن کی یہاں بہت ضرورت ہے۔"

"کیا مطلب... کن کی یہاں ضرورت ہے۔"

"تمام اخباری نمائندوں کی.. ملکی اور غیرملکی.. تمام نمائندوں کی... میں نے ان سب کو فون کر دیا ہے... بہت جلد یہاں ان کی فوج آموجود ہو گی۔"

"بہت خوب فرزانہ... واہ... مزا آگیا۔" پروفیسر داؤد بول اٹھے۔

"ہاں واقعی... بہت عقل مندی کی تم نے... اس وقت اسی کی ضرورت تھی... بلکہ میں یہاں اب کئی لوگوں کو بلا رہا ہوں.. گواہ ہمارے پاس ہے.. ایک ملازم کو یہ بیان دینے کی دیر ہے.. پھر باقی ملازم بھی جیسے پھٹ پڑیں گے... اس لیے کہ سر ڈاکر سے زیادہ لیڈی ڈاکر انہیں پسند رہی ہوں گی... کیونکہ بھارت صاحب... کی بات ہے نا۔"

"جج... جی ہاں... بالکل۔" اس نے فوراً کہا۔

اب وہ فون پر جٹ گئے... اور اپنے طرف دار قسم کے سب لوگوں کو جلدی جلدی فون کرتے چلے گئے...

ایسے میں ایک بار پھر دروازے پر دستک ہوئی...

"خان رحمان... ذرا تم انہیں باتوں میں لگاؤ۔" انہوں نے اشارہ کیا۔

"لیکن... اس کام کے ماہر تو یہ ہیں۔" انہوں نے ان تینوں کی طرف اشارہ کیا۔

"ٹھیک ہے... انہیں بھی ساتھ لے جائیں۔"

یہ کہہ کر وہ پھر فون کرنے لگے... ادھر خان رحمان اور وہ تینوں دروازے پر پہنچے۔

"ہاں جناب! اب کیا ہے۔"

"انسپکٹر جمشید کہاں ہیں۔"

"وہ اندر ذرا مصروف ہیں، ایک دو منٹ بعد آسکیں گے۔"

"نہیں... انہیں فوراً یہاں لے آئیں... ورنہ ہم دوسری کارروائی شروع کر دیں گے۔"

"دوسری کارروائی... وہ کون سی؟"

"توڑ پھوڑ والی... اس عمارت پر اگر ہم آگ بھی برسا دیں.. تو بھی ہمیں کوئی پوچھنے والا نہیں ہوگا۔"

"ارے نہیں... کم از کم ایک تو ضرور ہوگا۔"

"ایک کون؟"

"ایک اللہ۔"

"اوہو... یہ لوگ ہمیں باتوں میں لگا رہے ہیں... اب ہم مارنے کے سوا کوئی چارا نہیں۔"

"سنا تم لوگوں نے... اس عمارت پر بم گرایا جا رہا ہے۔"

"آپ کی مرضی... آپ اپنی یہ حسرت بھی پوری کر کے دیکھ لیں۔"

"اچھی بات ہے... تو آپ دروازہ نہیں کھول رہے... بھارت کو ہمارے حوالے نہیں کر رہے۔"

"نہیں... بھارت کو تو اب ہم کسی جج کے سامنے ہی پیش کریں گے۔"

"اور ہم ایسی نوبت نہیں آنے دیں گے... ہمیں سر ڈاکر کی

طرف سے حکم ملا ہے... چاہے آپ سب کو ختم کیوں نہ کرنا پڑے... بھارت کو زندہ یا مردہ ان کے سامنے پیش کرنا ہے... اور ہم ایسا کر کے رہیں گے۔"

"اچھی بات ہے... آپ ہمیں مشورے کے لیے پندرہ منٹ دے دیں۔" خان رحمان بولے۔

"کیا کہا... پندرہ منٹ... ہرگز نہیں۔"

"آپ بھول رہے ہیں۔"

"کیا بھول رہے ہیں... آپ یاد کرا دیں۔" باہر سے ہنس کر کہا گیا۔

"ہمارے ساتھ پروفیسر داؤد بھی ہیں... اور ان کے پاس اپنی حیرت انگیز ایجادات ہر وقت ہوتی ہیں... اگر انہوں نے اپنی ایجاد بھی باہر کی طرف اچھال دی... تو آپ کو لینے کے دینے پڑ جائیں گے... دن میں تارے نظر آئیں گے آپ کو... چوکڑیاں بھرنا بھول جائیں گے... اور زمین آسمان گھومتے نظر آئیں گے آپ کو۔"

"ہم... میرا خیال ہے... انکل... تک... کافی محاورات ہو گئے... اتنے تو ایک جملے میں ہم نے بھی نہیں بولے ہوں گے آج تک۔"

"او اچھا خیر... تم کہتے ہو تو رک جاتا ہوں۔" انہوں نے کہا۔

"یہ ہمارا وقت ضائع کر رہے ہیں سر... یہ ان کا خاص انداز ہے۔"

"میں سمجھ رہا ہوں... تم فکر نہ کرو... بات ان کی بھی غور طلب ہے... ان کے ساتھ واقعی پروفیسر داؤد ہیں۔"

"لیکن ہو سکتا ہے... اس وقت ان کے پاس کچھ بھی نہ ہو... اور یہ خالی پیلی فائر کر رہے ہوں۔" دوسرے نے کہا۔

"اگر یہ بات ہے تو ہم نمونے کا ایک فائر کرا کر دکھا دیتے ہیں... پروفیسر صاحب... آپ ذرا چھت پر جا کر ایک چیز فضا میں اچھال دیں... لیکن ان لوگوں کو ایک طرف ہٹا دیجئے گا... کہیں یہ بے چارے لپیٹ میں نہ آ جائیں۔"

"ٹھیک ہے... فکر نہ کرو۔"

انہوں نے کہا اور اوپر کی طرف چلے... جلدی ہی انہوں نے ایک خوفناک دھماکے کی آواز سنی اور اسی لمحے شہر کی طرف سے کچھ گاڑیاں آتی نظر آئیں۔

☆...☆...☆

بشارت یا...

"وہ... وہ آگئے۔" پروفیسر داؤد چلا اٹھے۔

"کک... کون آگئے۔" پیچھے سے کسی پولیس آفیسر نے کہا۔

"اخباری نمائندے۔"

"کیا!!!" وہ چلا اٹھے۔

"ہاں! اب ہمارے اور آپ کے درمیان فیصلہ اخباری نمائندے کرائیں گے ورنہ اب یہ ساری کہانی اخبارات کی زینت تو بن کر رہے گی۔ قتل کر کے قتل کو خودکشی کا رنگ دے دیا... اور بے گناہ سنے بیٹھے ہیں۔"

"نن نہیں... نہیں... یہ تم لوگوں نے کیا کیا۔" باہر سے کہا گیا۔

"کیوں... کیا کچھ زیادہ برا ہو گیا۔"

"کوئی ایسا ویسا... ہمارا ملک ایک بہت بڑے دولت مند آدمی سے ہاتھ دھو بیٹھے گا... اب ملک کی مالی امداد کون کرے گا۔"

"ارے بھائی... تو اس کی ساری دولت ملک میں ہی موجود ہے۔"

"نہیں... سر ذاکر نے اپنی تمام جائیداد کا انتظام غیر ملکی لوگوں کے حوالے کر رکھا ہے... ان کی گرفتاری کی صورت میں ملک ان کی دولت سے محروم ہو جائے گا اور یہ اتنا بڑا نقصان ہو گا... کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتے... لہٰذا میری درخواست ہے... آپ ان لوگوں کو بالکل کچھ نہ بتائیں... بشارت سے بیان نہ دلوائیں۔"

"گویا قتل کو خودکشی رہنے دیں۔"

"ہاں... بے شک اس بارے میں آپ صدر صاحب سے بات کر لیں۔"

"میں کیوں کر لوں بات... وہ خود کریں... انہوں نے تو مجھے معطل کر رکھا ہے۔"

"اوہ اچھا... میں... میں آپ کی ان سے بات کرواتا ہوں۔"

"ضرور... کیوں نہیں۔"

وہ اب چھت پر آگئے... کیونکہ اخباری نمائندوں سے بات اب چھت سے ہو سکتی تھی... اتنے میں گاڑیاں نزدیک آگئیں... پھر ایک بلند آواز سنائی دی:

"یہ یہاں کیا ہو رہا ہے۔"

"آپ حضرات دخل اندازی نہ کریں... یہاں سے چلیں جائیں۔" آفیسر نے ان سے کہا۔

"یہاں سے چلیں جائیں... اور یہ خبر کون شائع کرے گا۔"

انسپکٹر جمشید چلائے۔

"کون سی خبر؟"

"سرڈاکر نے اپنی بیوی کو زہر دے دیا تھا اور اس سانحے کو خودکشی بنا دیا تھا..."

"اوہ... تو یہ خبریں آپ تک پہنچا دی گئیں۔"

"ہاں بالکل۔"

آپ لوگوں کو معلوم نہیں... ان لوگوں نے سرڈاکر کے ملازم بھارت کو اغوا کیا ہے۔"

"تو ان پر اغوا کا مقدمہ چلائیں... روکا کس نے ہے۔" ایک اخباری نمائندہ ہنسا۔

"اور بھارت کو برآمد کریں۔" پولیس آفیسر بولا۔

"میں ان کے ساتھ نہیں جانا چاہتا... سرڈاکر مجھے بھی قتل کرا دیں گے۔" بھارت چلا اٹھا۔

"واہ... یہ ہوئی نا بات... آپ نے سنا... جس کے بارے میں آپ کہہ رہے ہیں کہ اسے اغوا کیا گیا ہے... وہ سرڈاکر کے پاس جانا بھی نہیں چاہتا... اب تو آپ کو یہ گھیرا اٹھانا پڑے گا۔"

"نہیں... میں اپنے اعلیٰ افسران سے بات کرتا ہوں۔"

"ضرور کریں... ہمیں کوئی جلدی نہیں۔" وہ مسکرائے۔

پھر باہر خاموشی چھا گئی... اب صورت حال ان کے حق میں ہو چلی تھی اور وہ بہت اطمینان محسوس کر رہے تھے... جلدی ہی وہاں صدر صاحب پہنچ گئے... ان کا رنگ زرد تھا... وہ اخباری نمائندوں کو

ایک طرف لے گئے... ان سے ایک گھنٹا تک بات کرتے رہے... پھر پلٹ کر ان کی طرف آئے... ان کی آواز سنائی دی:

"جمشید میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"آ جائیں سر... آپ سے کیا پردہ۔" وہ بولے۔

ان کا منہ بن گیا... پھر صدر آگے بڑھے...

"لیکن سر... میری ایک تجویز ہے۔"

"ہاں کہو۔"

"کم از کم تین اخباری نمائندوں کو ساتھ لے کر آئیں... یا کسی جج صاحب کو ساتھ لے کر آئیں۔"

"اس وقت جج صاحب کا انتظام کرنا مشکل ہو گا۔" انہوں نے جل کر کہا۔

"اچھی بات ہے... اخباری حضرات کو ساتھ لانا مشکل نہیں ہو گا۔"

"نن... نہیں۔"

"شکریہ جناب۔" وہ مسکرائے۔

اب وہ نیچے اتر آئے... دروازہ کھول دیا گیا... صدر صاحب تین نمائندوں کے ساتھ اندر آئے... پھر سب ایک کمرے میں آ کر بیٹھ گئے۔

چند لمحے تک وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے... آخر صدر صاحب نے کہا:

"میں سوچ نہیں سکتا تھا جمشید کہ تم اس حد تک جاؤ گے۔"

"جی... کیا مطلب؟"

"میرا مطلب ہے... اتنا کچھ ہونے کے بعد بھی تم باز نہیں آئے... اور سر ڈاکر کے ملازم بھارت کو اغوا کر لیا۔"

"مجھے تو سکون اس وقت ملے گا... جب قاتل کو سزا ملے گی۔"

"قاتل... قاتل... قاتل... کیا تمہیں ایک سر ڈاکر ہی قاتل نظر آتا ہے... اس دنیا میں کتنے قاتل ہیں... جنہیں سزا نہیں دلوائی جا سکی۔"

"جن کے بارے میں مجھے معلوم ہو گیا... انہیں سزا ملی ہے سر، جن کے بارے میں مجھے معلوم نہیں ہو سکا... ان کے بارے میں میں بھلا کیا کر سکتا ہوں۔"

"تو تم اس ملک کی خاطر اتنا تو سوچ ہی سکتے تھے کہ ایک یہ بھی سہی۔"

"آپ کا مطلب ہے... میں یہ خیال کر لیتا... جہاں ملک میں ان گنت اور لوگوں کو قتل کی سزا نہیں مل سکی... ان میں ایک سر ڈاکر بھی سہی۔"

"ہاں! اس لیے کہ اس شخص کی اس ملک کو بہت ضرورت ہے۔"

"لیکن سر... اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ دوسروں کو قتل

کر دے... اور پھر یہاں قتل کی جو وجہ معلوم ہوئی ہے... وہ تو اس حد تک خوفناک ہے کہ میں سننے سے پہلے کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس بنیاد پر یہ جرم ہوا ہو گا... کیا آپ کو معلوم ہے سر... انہوں نے اپنی بیوی نفیسہ خاتون عرف لیڈی ڈاکر کو کیوں قتل کیا۔"

"نہیں... اور نہ میں جاننا چاہتا ہوں۔"

"لیکن سر... میں بتائے بغیر نہیں رہ سکتا۔"

"چلو خیر بتاؤ۔"

"بہتر ہو گا... آپ یہاں سر ڈاکر کو بلا لیں۔"

"کیوں..." صدر چونکے۔

"آپ پہلے یہاں سر ڈاکر کو بلائیں۔" انہوں نے منہ بنایا۔

"اچھی بات ہے... لیکن جمشید... یہ دیکھ لو... مجھ سمیت پورے ملک کی انتظامیہ یہ چاہتی ہے... کہ سر ڈاکر کو کچھ نہ ہو۔"

"اگر وہ قاتل ہیں... تو انہیں سزا مل کر رہے گی سر... اس دنیا میں کسی طرح وہ بچ گئے... تو اللہ تعالیٰ سے کس طرح بچیں گے۔"

"بس ٹھیک ہے۔" صدر مسکرائے۔

"جی... کیا مطلب... بس ٹھیک ہے۔" انسپکٹر جمشید چونکے۔

"ہاں! تم ان کا معاملہ اللہ پر چھوڑ دو۔"

"چلو چھوڑ دیا۔"

"یہ اس دنیا کے خلاف ہے... پھر پورے ملک میں جرائم پیشہ لوگوں کو اللہ پر چھوڑ دیں۔"

"جب آپ یہ لکھ کر دے دیں گے... تب میں پیچھے ہٹ جاؤں گا۔"

"یہ ناممکن ہے... اس طرح تو ملک کا نظام چل ہی نہیں سکتا تھا۔"

"ایک قاتل کو چھوڑنے سے بھی نہیں چل سکتا۔"

"غلط... بالکل غلط... چل رہا ہے۔"

"جی نہیں... اسے چلنا نہیں کہتے... امن و امان کی صورت بگڑتی جا رہی ہے... لیکن اگر ہم نے سر ڈاکر جیسے کو سزا دے دی... تو ملک سے جرائم ختم ہو جائیں گے۔"

"تم سمجھتے نہیں جمشید... ایک طرح سے ملک سر ڈاکر کا محتاج ہے۔" صدر چلائے۔

"کیا مطلب؟" وہ دھک سے رہ گئے۔

"ہاں! ملک ان کا محتاج ہے... مالی مشکلات میں اس قدر پھنسا ہوا ہے کہ تم سوچ بھی نہیں سکتے... لہٰذا ہم ان کی بات ماننے پر مجبور ہیں... ان کے جرم سے آنکھیں چرانے پر مجبور ہیں۔"

"آخر کیوں... کیا دیتے ہیں ملک کو۔"

"اربوں روپے سالانہ دیتے ہیں۔"

"نن نہیں... نہیں۔" وہ چلائے۔

"ہاں! اے سیدھے سادے جمشید۔" صدر صاحب جل کر بولے۔

"اوہ... اوہ" انہیں اپنی ہستی گم ہوتی محسوس ہوئی۔

"اب جمشید... اب کیا کہتے ہو۔"

"یہی... کہ پہلے آپ یہاں سر ڈاکر کو بلائیں..."

"اچھی بات ہے... شاید اب تم بات مان لو گے... ان حضرات سے میں خود بات کر لوں گا۔"

انہوں نے اخباری نمائندوں کی طرف دیکھا:

"کیا مطلب سر۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"مطلب یہ کہ آپ سے خاموش رہنے کے بارے میں بات کر لی جائے گی۔"

"ہوں... خیر... دیکھیں گے۔"

پھر صدر صاحب نے سر ڈاکر کو فون کیا... ساری بات کا پتا تو انہیں پہلے ہی تھا۔

"وہ آ رہے ہیں... لیکن ان کے آنے سے پہلے پہلے جمشید... فیصلہ کر لو۔"

"پہلے یہ سن لیں کہ انہوں نے لیڈی ڈاکر کو قتل کیوں کیا۔"

"اچھا چلو بتاؤ... تم یہ بات بتانے پر تل گئے ہو تو بتاؤ۔"

انہوں نے داستان سنایا۔

"لیڈی ڈاکر در اصل ایک مسلمان عورت بن گئی تھیں۔"

"مسلمان عورت بن گئی تھیں... مسلمان تو وہ پہلے بھی

تھیں۔"

"صحیح معنوں میں مسلمان عورت... یعنی نماز، روزے، زکوۃ جیسے فرائض باقاعدہ ادا کرنے والی عورت... اور اسلام کی اشاعت کرنے والی عورت بن گئی تھیں... سر ذاکر کو اس پر بہت سخت اعتراض تھا... وہ کہتے تھے... محل میں کوئی نماز روزے، زکوۃ، حج کا کوئی ذکر تک نہ کرے... نام تک نہ لے۔"

"نہیں... یہ غلط ہے۔"

"بھارت آجاؤ بھئی۔" انہوں نے زور سے کہا... وہ دوسرے کمرے میں تھا۔

"جمشید... تم نے ایک ملازم کی باتوں پر اعتبار کر لیا۔"

"ان حالات میں کوئی ملازم سر ذاکر کے خلاف بات کرنے کی جرأت کر سکتا ہے۔"

"تت نہیں۔"

"تو اس شخص نے یہ کیسے کہہ دیا... اگر یہ بات نہیں تھی۔"

"مجھے نہیں معلوم۔"

اسی وقت بھارت اندر داخل ہوا... اس پر نظر پڑتے ہی... اخباری نمائندے زور سے اچھلے... ان کی آنکھوں میں حیرت دوڑ گئی۔

☆...☆...☆

... عمارت ایک جال

انہیں اس طرح حیرت زدہ دیکھ کر انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی بھی حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

"خیر تو ہے... آپ کس بات پر حیران ہیں... یہ بھارت ہے... سر ذاکر کے گھریلو ملازم۔"

"تت... نہیں۔" وہ ایک ساتھ بولے۔

"کیا تت نہیں۔"

"یہ بھارت نہیں ہے... عمارت سلمان ہیں۔"

"کیا... کیا مطلب۔" اس بار صدر اور بھی زور سے اچھلے۔

"ہاں! صحافت کی دنیا میں ایک مستند آدمی ہے... آزاد صحافی... جو مختلف اخبارات میں کالم لکھتے رہتے ہیں۔"

"کیا واقعی۔" ان کے چہرے پر حیرت ابھر آئی۔

"ہاں... واقعی... آپ خود ان سے پوچھ لیں۔" ایک نمائندے نے کہا۔

انہوں نے بھارت کی طرف دیکھا۔

"یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں... جب سے لیڈی ذاکر کی خودکشی

کا واقعہ سامنے آیا تھا... میں شدید ترین الجھن میں تھا... اور جاننا چاہتا تھا... اصل حقیقت کیا ہے... لہٰذا میں نے محل میں ایک ملازم کے طور پر درخواست دی... ان کے ہاں ملازموں کی خاص طور پر زیادہ پڑھے لکھے ملازمین کی ہر وقت ضرورت رہتی... اس طرح میں نے لباس ملازموں جیسا، حلیہ وضع قطع... ملازموں جیسے بنا لیے اور وہاں پہنچ گیا... انٹرویو دیا تو پاس ہو گیا اور ملازم ہو گیا... آج کل میں وہاں سے غائب ہونے ہی والا تھا اور پھر اخبارات کو یہ سنسنی خیز خبر دینے والا تھا کہ لیڈی ذاکر نے خودکشی نہیں کی تھی... انہیں قتل کیا گیا تھا... دراصل ملازم اکثر آپس میں یہ باتیں کرتے تھے... اور میں سنا کرتا تھا... ویسے میں نے خود کو ذرا اونچا سننے والا بنا لیا تھا... اس طرح وہ میرے سامنے بھی اونچی آواز میں باتیں کرتے رہتے تھے... اور میں اعلان کرتا ہوں..."

عین اس وقت سر ذاکر اندر داخل ہوئے... انہوں نے دیکھا... وہ ایک لمبے چوڑے اور بہت بارعب آدمی تھے... اندر داخل ہوتے ہی ان کی نظر بشارت پر پڑی۔

"دیکھ لیا آپ نے... یہ ہے میرا ملازم... اسے اغوا کیا ہے انسپکٹر جمشید نے۔"

"آپ بیٹھ جائیں... یہ آپ کے ملازم نہیں ہیں... اخباری دنیا کے نامی گرامی صحافی، بشارت سلمان ہیں۔"

"کیا... یہ... یہ آپ نے کیا کہا... یہ میرا ملازم ہے۔" وہ

چلائے۔

"وقتی طور پر یہ آپ کے گھر میں ملازم ہوئے تھے... اندر کا راز جاننے کے لیے... انہوں نے پتا لگایا ہے کہ آپ نے لیڈی ذاکر کو قتل کیا تھا۔"

"تو پھر... اس سے کیا ہوتا ہے... وہ میری بیوی تھیں... میں نے اسے قتل کر دیا... اب کیا آپ مجھ پر قتل کا مقدمہ چلائیں گے۔"

"ہم نے تو اس معاملے کو اسی وقت دبا دیا تھا... ان حضرات نے پھر سے کھڑا کر دیا۔"

"تو پکڑ کر انہیں اندر بند کر دیں۔"

"اب یہ معاملہ اتنا آسان نہیں رہ گیا ہے سر ذاکر... باہر پوری دنیا کے اخباری نمائندے موجود ہیں اور وہ اس معاملے سے پوری طرح باخبر ہو چکے ہیں۔"

"آپ کا مطلب ہے... اس بات سے کہ میری بیگم نے خودکشی نہیں کی تھی... اسے تو میں نے زہر دیا تھا۔"

"ہاں! بلکہ آپ کے جرم کی گواہی تو اب بادل دے رہے ہیں۔" فرزانہ بول اٹھی۔

"بادل دے رہے ہیں... کیا مطلب؟"

"جی ہاں! یہ بات بھی ہے... بلکہ اصل بات یہی ہے۔"

"پتا نہیں آپ کیا کہہ رہے ہیں۔"

"ہم آپ کو بادلوں سے ابھرتی آواز سنا سکتے ہیں..."

"بادل باتیں کب سے کرنے لگے۔"

"یہ تو شاید شروع ہی سے بولتے ہیں... ہم ان کی آواز نہیں سن سکتے... اس بار ایسا ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہم نے بادلوں کی آواز سنی ہے... ان کے باتیں کرنے کی آوازیں... بعض باتیں سنی ہیں۔"

"اور وہ باتیں کیا ہیں۔"

"ایک بادل سے یہ آواز ابھرتی ہے... تم نے مجھے... لیڈی ڈاکر کو... قتل کر دیا... اور لوگ خیال کریں گے... میں نے خود کشی کی ہے... افسوس... آہ... میں مری... غرغرغر۔"

"کیا... کیا مطلب۔" وہ اچھل کر کھڑے ہو گئے۔

"کیا مرتے وقت لیڈی ڈاکر نے بالکل یہی الفاظ نہیں کہے تھے۔"

"ہاں... کہے تھے... لیکن آپ کو کیسے معلوم ہوا۔"

"آپ کو بتا تو چکا ہوں... یہ بات بادلوں نے بتائی ہے یا یوں کہہ لیں... خلا سے ہم تک پہنچی ہے..." انہوں نے کہا۔

"کیوں مذاق کرتے ہیں۔"

"یہ مذاق نہیں ہے... محمود... ٹیپ شدہ الفاظ سناؤ۔"

"جی اچھا..." محمود نے کہا اور ٹیپ ریکارڈر آن کر دیا... اس سے بالکل وہی الفاظ ابھرے... وہ بھی لیڈی ڈاکر کی

آواز میں... ان الفاظ کو سن کر وہ حد درجے خوف زدہ ہو گئے۔

"اگر آپ پسند کریں... تو براہ راست یہ الفاظ بادلوں سے بھی آپ کو سنوائے جا سکتے ہیں۔"

"یہ... یہ کیسے ممکن ہے۔"

"یہ اللہ تعالیٰ سے ممکن ہے... ہم جو کچھ بولتے ہیں... وہ فضا میں محفوظ ہو جاتا ہے... فضا اسے دہراتی رہتی ہے... لیکن ہم ان الفاظ کو نہیں سنتے... لیکن آپ کے جرم کا پردہ اللہ تعالیٰ فاش کرنا چاہتے تھے... وہ بھی اس لیے کہ نفیسہ خاتون اللہ کی محبوب بندی بن گئی... وہ اسلام پر پورا پورا عمل کرنے والی بن گئی تھیں... اور ایسا ایک اللہ والے کی باتیں سننے سے ہوا تھا... ان کی کایا پلٹ گئی تھی... لیکن آپ کو ان کی یہ کایا پلٹ پسند نہ آئی... پہلے تو آپ نے اسلام پر عمل کرنے سے باز رکھنا چاہا... جب وہ کسی طرح نہ مانیں... تو آپ نے انہیں زہر دے دیا... کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔" یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہو گئے۔

"کہتے رہیں... میں سن رہا ہوں۔" انہوں نے برا سا منہ بنایا۔

"اب کہنے کے لیے کیا رہ گیا ہے... صرف یہ جاننا چاہتے ہیں کہ آپ کو اسلام سے چڑ کیا ہے۔"

"مجھے ان باتوں کی وضاحت کرنے کی ضرورت نہیں... صدر صاحب آپ بتائیں... آپ کیا چاہتے ہیں۔"

صدر صاحب چکرا کر رہ گئے... پھر بولے:
"میں تو آپ سے کچھ نہیں چاہتا... آپ پہلے ہی ملک کے
لیے بہت کچھ کرتے رہتے ہیں۔"
"اچھا... ایک ایک کروڑ ان سب کے لیے میرے پاس
موجود ہیں۔"
"باہر والوں کا کیا کریں گے۔" فرزانہ مسکرائی۔
"انہیں بات کا پتا نہیں۔"
"اب تک بات انہیں بھی معلوم ہو چکی ہے... اس عمارت
سے آپ واقف نہیں... یہ عمارت ایک جال ہے۔"
"کیا... کیا... عمارت ایک جال؟" وہ بولے۔
"ہاں یہ ایک ایسا جال ہے... جو اس میں پھنس جاتا ہے...
نکل نہیں سکتا۔"
"میں وضاحت کیے دیتا ہوں... یہ وضاحت ضرور آپ
لوگوں کی دلچسپی کی ہوگی... لیکن پہلے ذرا میں سرداکر سے بات کر
لوں... تو آپ ہمیں ایک ایک کروڑ دینا چاہتے ہیں... تاکہ ہم اس
معاملے میں خاموشی اختیار کر لیں... اور اس بات کو نہ اچھالیں۔"
"ہاں ایسی بات ہے۔"
"گویا اب اس ملک میں انسپکٹر جمشید بھی رشوت لیں گے...
سنا تم نے خان رحمان... سنا آپ نے پروفیسر صاحب۔"
"یہ بات نہایت افسوس ناک ہے... کہ سرداکر ہمیں

رشوت کے ترازو میں تول رہے ہیں۔" خان رحمان نے برا سا منہ
بنایا۔
"یہ رشوت نہیں... پیش کش ہے۔"
"نام بدل دینے سے رشوت حلال نہیں ہو جاتی... جیسے آج
لوگوں نے سود کا نام منافع رکھ دیا ہے... بینکوں کا سود لینے والے بھی
اس سود کو منافع کا نام دیتے ہیں... حالانکہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ
یہ خالص سود ہے... اور قطعاً حرام ہے... قرآن کریم میں آیا ہے کہ
سود لینے اور دینے والا دونوں سے اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ
کا اعلان جنگ ہے... اس کی تباہی میں کسی کو بھلا کیا شک رہ جائے گا...
لیکن یار لوگ سمجھتے نہیں... اور قرآن کریم کے دوسرے پارے میں
اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں... سود کھانے والے ہمیشہ جہنم میں رہیں گے...
ہمیشہ جہنم میں رہنے والا جرم شرک ہے... لیکن یہاں سود کھانا بھی شرک
کے ہم پلہ قرار دیا گیا... آج قوم کا بڑا حصہ سود کو منافع کا نام دے
رہا ہے... لیکن سود کھانے کا مزا بھی وہ اس دنیا میں بھگت رہا ہے...
طرح طرح کی بیماریوں اور عذابوں میں گرفتار ہیں... اللہ اپنا رحم
فرمائے۔" انسپکٹر جمشید خاموش ہو گئے۔
"جمشید... تم کسی مسجد میں مولوی کیوں نہیں لگ جاتے۔"
صدر صاحب نے جل کر کہا۔
"مسجد سے باہر بھی لوگوں کو یہ باتیں بتانے کی ضرورت
ہے۔" وہ مسکرائے۔

"وہ عمارت کے جال میں ہونے والی بات تو رہ ہی گئی۔"

"اوہ ہاں... اس عمارت میں خفیہ آلات نصب ہیں... ہم چاہیں تو یہاں ہونے والی بات چیت باہر کھڑے لوگ آسانی سے سن سکتے ہیں... نہ چاہیں تو ایک کمرے کی آواز دوسرے کمرے تک نہیں جا سکتی... سو اس وقت ہم نے یہ چاہا تھا... یہاں ہونے والی بات چیت باہر موجود لوگ سن لیں... لہٰذا وہ سن رہے ہیں۔"

"کیا... نہیں۔" سرذاکر چلائے۔

"بلکہ ابھی تو ہم انہیں ایک اور کام کی بات سنائیں گے۔"

"کام کی بات... وہ کیا ابا جان۔" محمود نے پرجوش انداز میں کہا... کیونکہ ایسے موقعوں پر ان کی کام کی بات کچھ زیادہ ہی کام کی ہوتی تھی... مجرم کا تختہ الٹا دیتی تھی۔

"وہ کام کی بات یہ ہے کہ سوال یہ ہے... سرذاکر نے اپنی بیوی کو صرف پرہیزگار عورت بن جانے پر کیوں قتل کرایا... ان کے نزدیک یہ جرم اتنا بڑا کیوں ہے... کیا کوئی مسلمان آدمی ایسی سزا اپنے کسی عزیز کو دینا پسند کرے گا۔"

"ہرگز نہیں... بالکل... کوئی شخص اگر صرف نام کا مسلمان ہے... تب بھی وہ اپنے دوسرے عزیز رشتے دار کے لیے اس حد تک نہیں جا سکتا۔" فرزانہ فوراً بولی۔

"بس تو پھر... یہ کام کوئی اسلام دشمن کر سکتا ہے... اس کے علاوہ کوئی نہیں کر سکتا۔"

"اس کا واضح مطلب تو پھر یہ ہوا کہ ہمارے سرذاکر اسلام دشمن ہیں۔" خان رحمان چلائے۔

"بالکل درست نتیجہ نکالا تم نے خان رحمان... یہ اسلام دشمن ہیں... آج کے نہیں... انگریز دور کے۔"

"یہ آپ نے ایک نئی بات کہہ دی... آج کے نہیں... انگریز دور کے۔" عمارت نے چونک کر کہا۔

"میں نے غلط نہیں کہا... انہیں جاگیریں مسلمانوں سے غداری کے صلے میں انگریزوں سے ملی تھیں... لہٰذا انگریزوں نے مسلمانوں کے خلاف نفرت ان میں کوٹ کوٹ کر بھر دی تھی... اور اپنے کام نکالے تھے... ٹیپو سلطان جیسوں اور سراج الدولہ جیسے جانباز مجاہدوں کو ان جیسے غداروں کے ذریعے شکستیں دلوائی تھیں اور انعام میں جاگیریں حاصل کی تھیں... لیکن یہ جاگیریں حاصل کرنے کا سلسلہ ختم نہیں ہو گیا... آج اسرائیل اور امریکہ جیسے ملک ان لوگوں کو بے تحاشہ دولت صرف اس لیے دیتے ہیں کہ یہ اپنے ملک میں رہ کر... مسلمان بن کر مسلمانوں کی جڑیں کاٹتے رہیں... جہاں کہیں اسلام کا نام بلند ہو... جہاں کہیں کچھ لوگ اسلام کا نام بلند کریں... اسلام کا مطالبہ کریں... وہاں یہ فوراً اپنی تجوریوں کے منہ کھول دیں... اور ان آوازوں کو بند کر دیں... اس لیے یہ صرف حکومت کو اتنی دولت دیتے ہیں کہ بس حکومت انہیں نہ پوچھے... یہ سیاہ کریں یا سفید... قتل کریں... غنڈہ گردی کریں... کچھ بھی

کریں... لیکن محفوظ رہیں... افسوس... ہم لوگ تو ان جیسوں کی
چالوں کو تو سمجھتے ہی نہیں... اور یہی وجہ ہے... جب ان کی بیوی
لیڈی ڈاذکر کسی سچے مسلمان عالم کی باتیں سن کر اسلام پر عمل کرنے
لگ گئیں تو یہ بری طرح گھبرائے... کہ اس بات کا پتا ان کے بیرونی
مہربانوں کو لازمی طور پر لگ جائے گا... اور وہ یہ خیال کریں گے کہ
سر ڈاذکر کا گھرانہ تو اب مسلمان ہو گیا ہے... وہاں تو اب اسلام تیزی
سے پھیل رہا ہے... لہٰذا اب دشمن کے لیے تجوریوں کے منہ بند کر
دیے جائیں... سو اس نے تجوریوں کے منہ کھلے رکھنے کے لیے اپنی
نیک بیوی کا منہ بند کر دیا... یہ ہے کل کہانی... اب آپ بتائیں...
آپ کا کیا فیصلہ ہے۔"

"جمشید... تمہارے پاس ان باتوں کا کوئی ثبوت نہیں۔"
صدر صاحب نے برا سا منہ بنایا۔

"سر... میرے پاس ان باتوں کا ثبوت نہیں... لیکن
ہمارے پاس ان کے قاتل ہونے کا ثبوت بجارت صاحب کی صورت
میں موجود ہے۔"

"میں اسے بھی قتل کر دوں گا۔" سر ڈاذکر غرائے۔

"ارے باپ رے۔" بجارت سلمان نے بوکھلا کر کہا۔

"آپ ڈر گئے... ہم نے تو سنا ہے... صحافی بہت دلیر ہوتے
ہیں۔"

"میں ذرا ڈرنے کی نقل کر رہا تھا۔"

"شاید آپ پر میرے بچوں کی صحبت کا اثر ہو گیا ہے۔" وہ
مسکرائے۔

"آپ یہ کہہ سکتے ہیں... میں کافی دیر سے ان کے ساتھ
ہوں نا... اس لیے۔" وہ مسکرائے۔

"تو آپ کا کیا فیصلہ ہے سر۔"

"اس معاملے کو یہیں ختم کر دیا جائے۔"

"اور باہر جو سب لوگ یہ سب کچھ سن چکے ہیں۔"

"بھئی جب حکومت اخبارات میں کچھ آنے ہی نہیں
دے گی... تو کیا فرق پڑ جائے گا ان کے سن لینے سے۔"

"اوہ... اوہ... ارے... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں... یہ
کیپسول نہ چبایئے گا..."

ان الفاظ کے ساتھ ہی انسپکٹر جمشید بجلی کی سی تیزی سے
حرکت میں آئے اور ان کا منہ پکڑ کر پیچھے کی طرف زور زور سے جھٹکا
دینے لگے... ساتھ ہی وہ چلائے۔

"نکال دیں... کیپسول... نکال دیں... زہر کا یہ کیپسول۔"

باقی لوگ اچھل کر کھڑے ہو گئے... انہوں نے دیکھا...
سر ڈاذکر کا پورا جسم تن گیا تھا... ایسے میں انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"افسوس! یہ انہوں نے کیا کیا... میں تو ان پر مقدمہ چلتے
ہوئے دیکھنا چاہتا تھا..."

"کک... کیا مطلب..."

"انہوں نے میرے روکنے کی کوشش کے باوجود کیپسول چبا لیا... انہوں نے جان لیا تھا... اب ان کا جرم سب کی نظروں میں آ کر رہے گا... پورے ملک میں ہل چل سی مچ جائے گی... پھر انہیں گرفتار کر لیا جائے گا اور پھانسی پر لٹکا دیا جائے گا... لہٰذا انہوں نے زہر کے کیپسول سے اپنا کام تمام کر لیا... گھر سے چلتے وقت شاید انہوں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ یہاں کیا صورت حال پیش آ سکتی ہے... لہٰذا یہ کیپسول ساتھ لے کر چلے تھے... اور ابھی ابھی انہوں نے اس لمحے میرے دیکھتے دیکھتے منہ میں رکھ لیا... افسوس۔"

"اوہ... اوہ۔" صدر صاحب کے منہ سے نکلا۔

اب ان سب پر سکتہ طاری تھا۔

☆...☆...☆

...مقام آنے والا ہے

اچانک صدر صاحب چلائے۔

"ڈاکٹر کو فون کرو جمشید... شاید یہ ابھی زندہ ہوں۔"

"اوہ ہاں... واقعی۔" انہوں نے کہا اور جلدی جلدی فون کرنے لگے۔

پھر وہاں... ڈاکٹروں کی پوری ٹیم آ موجود ہوئی... کیونکہ ان کے بعد پھر صدر صاحب نے ایوان صدر سے اپنے ڈاکٹر طلب کر لیے تھے... جونہی پہلا ڈاکٹر وہاں پہنچا... صدر صاحب نے چلا کر کہا۔

"انہیں دیکھیں ڈاکٹر صاحب... جلدی کریں..."

اس نے دیکھا اور نفی میں سر ہلا دیا... پھر باقی ڈاکٹر وہاں پہنچ گئے... لیکن کسی نے بھی کوئی امید نہیں دلائی۔

"یہ ختم ہو چکے۔"

صدر صاحب سکتے کی حالت میں بیٹھے رہ گئے... پھر وہ کچھ کہے بغیر اٹھ کر وہاں سے نکل گئے... پھر اندر اخباری نمائندے آ گئے... وہ تصاویر لینے لگے... پوائنٹس نوٹ کرنے لگے... ادھر وہ بتوں کی طرح بیٹھے تھے... ایک رپورٹر نے ان سے پوچھا۔

"آخر آپ اس قدر ساکت کیوں ہیں۔"

"میری خواہش پوری نہیں ہو سکی... میں چاہتا تھا...
انہیں عدالت تک لے جاؤں... تاکہ دنیا دیکھ لے... سرڈاکر کا کیا
ہا... اور ہمارے ملک میں کوئی دوسرا سرڈاکر ایسا نہ کر سکے۔"

"یہ بات چھپی تو رہے گی نہیں... آخر مرنا تو انہیں پڑا ہے نا
بدلے میں۔

"ہاں! خیر... یہ بھی بہتر ہے..."

آہستہ آہستہ رپورٹر رخصت ہوتے گئے... باہر سے پولیس
بھی جا چکی تھی... اب اکرام کے ماتحت اپنا کام کر رہے تھے... ایسے
میں انسپکٹر جمشید نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

"میرا خیال ہے... اب ہم گھر چلتے ہیں۔"

"چلیے... اب یہاں رہ کر کیا کریں گے۔"

وہ وہاں سے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔

"میرا جی ایک کام کرنے کو چاہتا ہے ابا جان۔" ایسے میں
فرزانہ کی آواز ابھری۔

"کیا؟" وہ بولے۔

"کیوں نہ ہم پائلٹ کیپٹن یونس کریم کے ساتھ ایک بار اور
جہاز کا سفر کریں... اور اس جگہ سے گزریں... میں جاننا چاہتی ہوں...
اب وہ آواز سنائی دیتی ہے یا نہیں۔"

"اوہ اچھا... یہ تجربہ بھی دلچسپ رہے گا۔"

"تو پھر... کریں بات یونس کریم سے۔"

انہوں نے موبائل پر یونس کریم سے رابطہ کیا... ان کی
بات سن کر اس نے فوراً حامی بھری... لہٰذا دوسرے دن کا پروگرام
طے پا گیا... دوسرے دن وہ ان کے ساتھ جہاز میں سوار ہوئے...
جہاز جب اس جگہ کے قریب پہنچا تو یونس کریم نے کہا۔

"خبردار... وہ مقام آنے والا ہے۔"

"اوہ اچھا۔"

وہ اس طرف پوری توجہ سے متوجہ ہو گئے... کان لگا
دیے... جہاز اس جگہ سے گزر گیا... لیکن آواز سنائی نہ دی۔

"آواز نہیں سنائی دی... ذرا ایک بار اور..."

"اچھا۔" یونس کریم نے کہا۔

ایک بار وہ پھر گزرے... لیکن آواز نہ سنائی دی۔

"اب وہ نہیں سنائی دے گی... اللہ تعالیٰ اس طرح سرڈاکر
کو سزا دینا چاہتے تھے... ورنہ اربوں انسانوں کی آوازیں خلا میں موجود
ہیں..."

"ہوں... آپ ٹھیک کہتے ہیں۔"

وہ جہاز سے اتر کر گھر کی طرف روانہ ہوئے۔

"ابا جان میں بہت بے چین ہوں۔" فرزانہ کی آواز ابھری۔

"حد ہو گئی... اب کیسی بے چینی باقی رہ گئی... اب تو جہاز کا
سفر بھی کر لیا... ہم نے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"میں کل سے سوچ رہی ہوں... بات کروں یا نہ کروں۔"

"اوہ اچھا... میں سمجھ گیا... بس تم بات نہ کرو... تم نے سنا نہیں... دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔"

"لیکن ہم تو اس وقت کار میں ہیں جمشید۔"

"اوہو... کاروں کی بھی دیواریں ہوتی ہیں۔"

"لیکن کاروں کی دیواروں کے تو کان نہیں ہوتے..." خان رحمان نے منہ بنایا۔

"یہ تم سے کس نے کہہ دیا... خان رحمان۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیوں... کیا یہ بات غلط ہے۔" وہ بولے۔

"ہاں! کاروں کی دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں... یقین نہیں تو پروفیسر صاحب سے پوچھ لو۔"

"اوہ اچھا... بتایئے پروفیسر صاحب۔"

"ہاں بھئی... آج کل تو ہر چیز کے کان ہو سکتے ہیں... تم نے دیکھا نہیں... بھارت کے کپڑوں کے بھی کان موجود تھے... یعنی سر ڈاکر نے ملازمین کی وردیوں میں بھی کان لگوا رکھے تھے..."

"اوہ اوہ۔ تب پھر... ہمیں کیسے پتا چلے گا... کہ فرزانہ کیا کہنا چاہتی ہے یہ کیوں بے چین ہے۔"

"اس کا ایک طریقہ ہے... میں کسی سنسان جگہ کار روک دیتا ہوں۔"

پھر کار روکی گئی۔ اتر کر کافی دور تک چلا گیا... پھر وہاں رک کر فرزانہ نے سرگوشی کی۔

"ابا جان... سر ڈاکر نے موت کا کیپسول نہیں چبایا تھا... نہ اس کے منہ میں موت کا کیپسول تھا..."

"کیا مطلب... تب پھر... وہ کیسے مرے... موت تو اس کی زہر سے ہی ہوئی ہے۔"

"وہ کیپسول... ابا جان نے اس کے منہ میں ڈالا تھا... اچانک... اور ساتھ ہی اس کا منہ اس طرح پکڑا کہ نہ تو وہ کچھ بول سکا... نہ کیپسول باہر اگل سکا... بلکہ کیپسول اس کے دانتوں تلے کچلا گیا... اس کے بعد انہوں نے جھٹکے دینے شروع کیے تھے... لیکن جھٹکے بھی مصنوعی جھٹکے تھے... اس سے کیپسول باہر آنے کے بجائے اور اندر ہی چلا گیا تھا۔"

"کیا... کیا کہا... مصنوعی جھٹکے..." فاروق نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

لیکن آج کسی کو فاروق کی بات پر ہنسی نہ آ سکی... وہ سب تو منہ کھولے انسپکٹر جمشید کو اس طرح دیکھ رہے تھے... جیسے وہ دوسری دنیا کی کوئی مخلوق ہوں۔

☆...☆...☆